T.T.F
No:....1...

Taj Tahir Foundation

T.T.F LIBRARY
No. 146

جملہ حقوق محفوظ

شہزادہ زرتاش

وبا کے شہر کی حیرتناک داستان

از

سیّد حمید علی

سنہ ۱۹۳۸ء

دار الاشاعت پنجاب لاہور

قیمت مجلد ایک روپیہ

بار اوّل

Taj Tahir Foundation

دیباچہ

مجھے مُطالعے کا شوق ضرور رہا ہے۔ لیکن میں نے اب تک تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم نہیں رکھا تھا۔ کئی مرتبہ جب مجھے اپنے بعض کرم فرما احباب سے بعض موضوعوں پر تبادلۂ خیال کرنے کا موقع ملا۔ اور میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میری دانست میں کِس موضوع کے لیے کِس قسم کا اندازِ بیان زیادہ موزوں و مناسب ہے۔ تو اُنھوں نے ہمیشہ اصرار کیا۔ کہ میں اپنے خیالات کو تحریر میں ایک عملی صورت دے کر پیش کروں۔ فی الحقیقت اُن ہی کا دوستانہ اصرار اس کتاب کے لکھے جانے کا موجب بن گیا ہے ؎

Taj Tahir Foundation

زرتاش کی داستان کے متعلق مجھے چند ضروری باتیں دیباچہ میں لکھنی تھیں۔ لیکن کتاب کی ابتدا میں ان باتوں کا بیان کرنا مجھے بوجوہ نامناسب معلوم ہوتا ہے؛

اوّل تو مجھے یقین ہے۔ کہ جو باتیں مَیں اس موقعے پر عرض کرنا چاہتا تھا۔ وہ کسی سمجھدار کتاب پڑھنے والے کی نظر سے بچنے نہ پائیں گی۔ اور اگر اتّفاق سے بچ گئیں۔ تو کتاب کا آخری حصّہ اُن کو زیادہ واضح طور پر نمایاں کرنے میں ناکامیاب نہ رہے گا؛

داستان کے واقعات کی صحت کے متعلّق مَیں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ صرف اِتنا کہہ سکتا ہُوں۔ کہ یہ داستان زمانۂ قدیم کے کسی نامعلوم عہد سے تعلّق رکھتی ہے۔ اور اپنی اسی صورت سے انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے؛

سیّد حمید علی

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	تصویر	۷	۱۰	وبا کا راز	۱۰۱
۲	شہزادہ زرتاش	۲۱	۱۱	اُمید کی روشنی	۱۱۵
۳	فرار	۳۷	۱۲	شہر کی سیر	۱۲۳
۴	شہزادی رینا	۴۵	۱۳	رینا کی بے تابی	۱۳۱
۵	شرط	۵۴	۱۴	ایک سیّاح	۱۳۵
۶	وبا کا شہر	۶۶	۱۵	زرتاش دربار میں	۱۴۵
۷	مہمان خانہ	۷۶	۱۶	رنیان سے رُخصت	۱۵۲
۸	پُراسرار آوازیں	۸۶	۱۷	آبِ حیات کی حیات	۱۵۷
۹	جنّوں کی بیگمیں	۹۲	۱۸	رینا	۱۶۶

Taj Tahir Foundation

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹	قافلہ کی واپسی	۱۷۳	۲۲	شادی	۱۹۵
۲۰	موت اور زندگی کی جنگ	۱۸۲	۲۳	تتمہ	۱۹۸
۲۱	وبا کی بیخ کنی	۱۸۷	۲۴	آخری الفاظ	۱۹۹

تصویر

قبرس کے بادشاہ شال جوزی کے دربار میں مشرقی ممالک کا ایک تاجر نادر و نایاب اشیا کے صندوق کھولے ایک ایک شئے مناسب تعریف و توصیف کے بعد بادشاہ کے حضور میں پیش کر رہا تھا۔

جن اشیا کو بادشاہ دیکھ چکتا۔ انہیں سلیقہ شعار ملازم بڑی مستعدی سے سمیٹ کر ہٹا لیتے اور اُن کی جگہ نئے صندوق اور گٹھڑیاں لاکر ادب و احترام سے سوداگر کے سامنے کھول دیتے۔ جن میں سے وہ نئی اشیا نکال کر بادشاہ کے ملاحظہ کے لئے پیش کرنے لگتا۔

دُور دراز کی سرزمینوں کی قیمتی پیداوار میں سے کوئی شئے ایسی نہ تھی۔ جو سوداگر کے اسباب میں موجود نہ ہو + جن عجائبات پر سلاطینِ زمانہ کے

خزانے فخر کرتے تھے۔ آرائش کا جو سامان شاہی محلوں کو رشکِ فردوس بناتا تھا۔ تزئین کی جو اشیا اِنسانی کاوِش و ہنرمندی کا مِعراج قرار دی جا سکتی تھیں۔ اپنی سیاحت کے دَوران میں سَوداگر کی جَوہر شناس نظروں نے اُن سب کو چُن چُن کر فراہم کر لیا تھا + لعلِ بدخشاں۔ یاقوتِ رُماں۔ گولکنڈہ کے ہیرے۔ چین و ماچین کے پردے۔ نادِر تصاوِیر۔ طرح طرح کے حریر۔ اطلس و کمخاب کے تھان۔ اِیران کے قالین۔ کَون سی ایسی نایاب شئے تھی۔ جِس کا ارمان کیا جا سکتا اور اُس سَوداگر کے سامان میں نہ نِکل آتی ⁘

بادشاہ ایک ایک شئے کو ماہر کی ہُنر شناس نگاہ سے دیکھتا۔ کبھی ملکہ کو جو ایک موتیوں کے پردے کے پیچھے بیٹھی تھی دے دیتا۔ کبھی اپنے فرزند زرتاش کو جو تخت کے داہنے ہاتھ اُس کے قریب ہی بیٹھا تھا +

بادشاہ ادھیڑ عُمر کا تھا۔ مگر معلوم ہوتا تھا۔ کہ عُمر سے زیادہ رنج و غم اور صعوباتِ زندگی نے اُس کی آنکھوں کے نیچے اور رخساروں پر جھُرّیاں

ڈال دی ہیں۔ شہزادہ زرتاش عُمر کے اُن مراحِل میں تھا۔ جب شباب چہرے کے حسین نقش پر رعنائی و دلاویزی کا افسوں پھُونک دیتا ہے + اُس کی شفّاف سیاہ آنکھوں میں رحم و ہمدردی کی چمک تھی۔ سُتواں ناک عالی حَوصلگی کا پتہ دیتی تھی۔ واضح اور خُوش وضع ٹھوڑی اُس کے طبیعی عزم و اِستقلال پر دلالت کرتی تھی + لیکن حُسن و شباب کے اِس مجسّمے کے چہرے پر ایک انوکھے انداز سے ملال نے خفیف سا سایہ ڈال رکھا تھا۔ جو معلوم ہوتا تھا۔ کہ اِس کے بشرے کا ایک حصّہ بن چُکا ہے۔ اور جیسے اِس کی مُسکراہٹ تک کم کرنے کی بجائے دردناک طور پر زیادہ کر دیتی تھی +

بادشاہ کو اِن اشیا کا مُلاحظہ کرتے نصف پہر گُذرا تھا۔ کہ سَوداگر کے غلام ایک بڑا سیاہ چوبی صندوق جِس پر پیتل کی جالی کا کام بنا ہُوا تھا۔ اُٹھا کر سَوداگر کے سامنے لائے۔ اور اُس کا قُفل کھول کر چُپ چاپ علٰحدہ کھڑے ہو گئے +

سَوداگر نے بادشاہ سے عرض کیا۔ "اب مَیں

Taj Tahir Foundation

حضور کی خدمت میں اقصائے عالم کے سلاطین کی ایسی تصاویر پیش کرتا ہوں۔ جنہیں چابکدست مصوّروں کے "ہاتھ صرف گویائی بخشنے سے قاصر رہ گئے"۔

یہ کہ کر اُس نے صندوق میں سے حریر میں لپٹی ہوئی ایک تصویر نکالی۔ اور اُسے بادشاہ کو دکھا کر بولا۔ "یہ عجم کے اُس پہلوان کی تصویر ہے۔ جس کی شجاعت اور بہادری کی داستانیں وقت کے ورق پر سے کبھی محو نہ ہو سکیں گی"۔

بادشاہ نے تصویر اُس کے ہاتھ سے لے لی۔ اور مصوّر کے مُوقلم کی معجز نگاریوں سے حظ اُٹھانے میں منہمک ہو گیا۔

سوداگر نے صندوق میں سے اَور تصاویر نکالنی شروع کر دیں۔ تصاویر کے ساتھ ایک جڑاؤ صندوقچی بھی نکلی۔ جسے سوداگر نے شہزادے پر ایک نظر ڈال کر جدا ایک طرف کو رکھ دیا۔ اور لپٹی ہوئی دوسری تصاویر کھولنے لگا۔

ایک اَور تصویر نکال کر بادشاہ کی طرف بڑھا۔ اور بولا۔ "یہ جمشید اور اُس کے اُس جام کی

تصویر ہے۔ جس میں سے اُس کی نگاہیں دُنیا کے جس حصّے اور جس واقعے کو چاہتی دیکھ سکتی تھیں۔ مصوّر کے مُوقلم نے اپنا کمال جمشید کی آنکھیں بنانے میں ظاہر کیا ہے۔ جن میں ایک ایسی آگاہی اور اعتماد ہے۔ جو کسی فانی انسان کی نگاہوں کو میسّر نہیں"۔

سوداگر بادشاہ کے حضور دو زانو ہو کر تصویر کے محاسن بیان کرنے میں مصروف تھا۔ کہ زرتاش کی نگاہ اچانک اُس جڑاؤ صندوقچی پر پڑ گئی۔ جو سوداگر نے صندوق سے نکال کر بغیر کھولے ایک طرف رکھ دی تھی۔ اس پر طلا و مُرصّع کا کام ایسا شگفتہ اور اس درجہ دلکش و دلاویز تھا۔ کہ محض اُس کی نادر صنعت سے لطف اندوز ہونے کے لئے زرتاش نے اُسے اُٹھا لیا۔ اَور تحسین کی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

صندوقچی کو دیکھتے دیکھتے اُس نے اُسے کھول لیا۔ اُس کے اندر صرف ایک تصویر تھی۔ شیشے پر حسین ترین رنگوں میں بنی ہوئی۔ ایک شہزادی ننھا سا تاج پہنے گلاب کی ایک جھاڑی کے نیچے

بانکپن کی ادا سے لیٹی ایک پھول سونگھ رہی تھی + نازک نتھنے پھول سونگھنے کو ایسے زندہ انداز میں کھلے ہوئے تھے۔ کہ پھول نکہت کی لپٹیں نکالتا ہُوا معلوم ہوتا تھا۔ سینہ خوشبو کے سانس سے بھرا ہُوا۔ سُرمگیں آنکھوں میں سرور ایک نشہ بن کر پھیلا ہُوا۔ رسیلے ہونٹوں پر لُطف اندوزی کی ایک مُبہم بشاشت کھیلتی ہوئی ؛ گلاب کی جھاڑی کی ایک ٹہنی پر ایک مغموم بُلبُل بیٹھی۔ زرتاش نے تصویر کو دیکھا۔ تو اس پر سے نظر نہ اُٹھا سکا۔ اور بے اختیار اُس کے دل نے پُکار کر کہا۔ "کاش یہ فانی دُنیا حُسن کے اس مُعجزے سے محرُوم نہ ہو چُکی ہو" ؛

سوداگر دوسری تصویر اُٹھانے کو پیچھے ہٹا۔ تو اُس کی نظر شہزادے پر پڑی۔ اور اُس نے دیکھا۔ کہ اُس کے ہاتھ میں وہ تصویر ہے۔ جو محض اُس کی موجودگی کا خیال کر کے اُس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش نہ کرنے کا تہیّہ کر لیا تھا + اُس کا رنگ فق سا ہو گیا۔ اور وہ بولا۔ "شہزادے! یہ تصویر آپ نے کیوں دیکھ لی"؟

شہزادے نے تصویر پر سے نظریں اُٹھا کر سوداگر کو دیکھا۔ اور پُوچھا۔ "یہ کِس کی تصویر ہے"؟

سوداگر چپ چاپ ذرا دیر شہزادے کو تکتا رہا۔ پھر اُس کی فِکر مند نِگاہیں شہزادے کے چہرے سے اُٹھ کر بے اختیار بادشاہ کے چہرے پر چلی گئیں + بادشاہ شاہزادے کی طرف ایسی نِگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ جن کے معنی تھے کہ وہ بھی اس تصویر کو دیکھنے کا آرزو مند ہے + سوداگر نے ذرا دیر غور سے کام لیا۔ اور پھر بولا۔ "شہزادے! مُدّت ہُوئی۔ یہ حُسن دُنیا سے گذر چُکا" ؛

شہزادے کے حسین چہرے پر درد کے آثار نمُودار ہوئے۔ بادشاہ کا پھیلا ہُوا ہاتھ دیکھ کر اُس نے تصویر بادشاہ کو دے دی۔ اور سوداگر سے پُوچھا۔ "مگر یہ تصویر ہے کِس کی"؟

سوداگر بولا۔ "یہ ریبان کی شہزادی ریناؔ کی تصویر ہے" + یہ کہہ کر سوداگر اس موضوع کو ختم کرنے کے لئے دُوسری تصاویر کھولنے میں مصرُوف ہو گیا ؛

لیکن تصویر میں شہزادے کی دلچسپی اتنی معمولی

Taj Tahir Foundation

نہ تھی - کہ سوداگر کی ذرا سی بے توجہی سے غائب
ہو جاتی - ذرا دیر کی خاموشی کے بعد اُس نے
یک لخت سوداگر سے پوچھا " اس شہزادی نے شادی
کیوں نہ کی " ؟

سوداگر سامان کھولتا کھولتا چونک پڑا - اور
حیرت کے عالم میں شہزادے کا چہرہ تکنے لگا -
" آپ کو کیسے معلوم ہُوا " ؟

شہزادے نے کہا " شاخ پر بیٹھی ہُوئی بُلبل
شاہزادی سے کہہ رہی ہے - تو اپنا محبوب کیوں
نہیں ڈھونڈتی " ؟

سوداگر کی حیرت کا کچھ ٹھکانا نہ رہا - وہ
دُوسری تصاویر کا خیال بھول کر ہمہ تن شہزادے
کی طرف متوجّہ ہو گیا - " شہزادے یہ راز صِرف
مُصوّر کو معلوم تھا - اور اُس نے صِرف مجھ سے
کہا تھا - آپ کو کیوں کر اس کا عِلم ہو گیا " ؟

بادشاہ اس گفتگو کو سُن رہا تھا - اُس نے
تصویر دیکھتے دیکھتے پوچھا - " یہ تصویر عطّار کی
بنائی ہُوئی ہے " ؟

سوداگر نے جواب دِیا - " عالیجاہ " اور اِس کے

بعد شہزادے سے پُوچھا - " شہزادے میں حیران
ہُوں - کہ مُصوّر کا راز آپ کو کیسے معلُوم ہو گیا " ؟

شہزادے نے کہا - " مجھے اِس بات پر حیرانی
ہے - کہ عطّار کی قُوّتِ مشاہدہ کس قدر تیز ہے -
اُس نے بغیر جانوروں کی بولی جانتے ہُوئے
بُلبُل کی کھُلی ہُوئی چونچ اور آنکھوں میں ایک
بات ڈال دی " ؟

سوداگر نے پوچھا - " آپ جانوروں کی بولی سمجھ
سکتے ہیں ؟ وہ تو سوائے حکیم الیاس کے دُنیا
میں اور کوئی نہیں جانتا " ؟

شہزادہ بولا - " میں نے اُسی سے کسبِ فیض
کیا ہے - میں جانوروں کی زبان سُن کر اور اُن کا
چہرہ دیکھ کر اُن کا مافی الضمیر ٹھیک ٹھیک معلوم
کر سکتا ہُوں - اس لئے مجھے حیرانی ہُوئی - کہ
عطّار نے بُلبُل کی کھُلی ہُوئی چونچ اور آنکھوں میں
اُس کا یہ مافی الضمیر کیوں کر کامیابی سے ڈال دِیا " !

سوداگر یہ سُن کر خاموش ہو گیا - اور اُس نے
اس بات کو ختم کر دینے کے لئے پھر تصاویر کی
طرف توجّہ کرنی چاہی - شہزادہ بولا " لیکن میرا سوال

Taj Tahir Foundation

اب تک جواب کا محتاج ہے۔ مَیں نے پُوچھا تھا۔ اِس شہزادی نے شادی کیوں نہ کی"؟

سوداگر نے کچھ دیر تامّل کیا۔ پھر بولا۔"شہزادے! اِس شہزادی نے اپنی شادی کی ایک شرط مُقرّر کی تھی۔ جِسے اب تک کوئی مرد پورا نہیں کر سکا"۔

شہزادے نے چونک کر پُوچھا"اب تک؟ تُم نے تو کہا تھا۔ یہ حُسن مُدّت ہوئی اس جہان سے گذر چُکا"!

سوداگر نے پریشان نظروں سے شہزادے کو دیکھا۔ اور بولا۔"میرا مطلب تھا۔ شہزادی کی زندگی تک"۔

سوداگر کے انداز سے شہزادے کو شُبہ ہو گیا تھا۔ کہ وہ کچھ چھپانے کی کوشِش کر رہا ہے۔ چُنانچہ ذرا سے غور کے بعد اُس نے کہا۔"عطّار کے متعلّق مشہُور ہے۔ کہ وہ طبعزاد تصاوِیر نہیں بنا سکتا۔ صرف کِسی کو دیکھ کر اُس کی شبیہ تیّار کرنے میں کمال رکھتا ہے"۔

سوداگر اضطراب کے عالم میں شہزادے کا مُنہ تکنے لگا۔ شہزادہ بولا۔"عطّار زندہ ہے۔ اور صرف لوگوں کو

دیکھ کر اُن کی شبیہ تیّار کرنے میں کمال رکھتا ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تمہارا یہ کہنا جھوٹ ہے۔ کہ مُدّتیں ہُوئیں۔ یہ حُسن اِس دُنیا سے گُزر چُکا"۔

بادشاہ بھی اس گفتگو کو سُن رہا تھا۔ بولا۔ "زرتاش تُم نے ٹھیک سمجھا۔ غالباً کسی خاص مقصد سے اِس شخص نے شاہزادی زینا کے متعلق دروغگوئی سے کام لیا"۔

سوداگر ذرا دیر تامّل کے عالم میں رہا۔ پھر بولا"۔سربر آرا۔ مجھے سوائے شہزادے کی بہبُودی کے اَور کسی بات نے جھوٹ بولنے پر آمادہ نہ کیا تھا۔ زینا زِندہ ہے۔ اِس کی تصویر دیکھ کر ہر نوجوان کے دل میں اُسے حاصل کرنے کی آرزو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اِس آرزُو کا نتیجہ سوائے اُس نوجوان کی اپنی تباہی و بربادی کے اَور کچھ نہیں نِکلتا۔ آج تک کوئی اُس کی شرط پوری نہیں کر سکا۔ اور جو اُسے حاصل کرنے گیا۔ خود تمام ہو گیا۔ مَیں نے صِرف اِس خیال سے یہ بات شہزادے سے چھپانی چاہی تھی"۔

بادشاہ سوداگر کے اس جواب سے محظُوظ ہُوا

Taj Tahir Foundation

اور بولا۔" تمہاری احتیاط کی ہمارے دِل میں قدر ہے۔ لیکن زرتاش ایسا کم فہم نوجوان نہیں۔ کہ ایک تصویر دیکھ کر کسی کے عشق میں دیوانہ ہو جائے"۔

زرتاش بولا۔" لیکن اگر میں یہ تصویر خرید لوں۔ تو اس کو تو غالباً قدردانیِ فن کے سوا اور کسی دوسری وجہ سے منسوب نہ کیا جائے گا"؟

سوداگر ہچکچاتے ہوئے بولا۔" شہزادے اِس کی قیمت بہت زیادہ ہے"۔

بادشاہ نے کہا۔" تمہیں اس کی منہ مانگی قیمت مل جائے گی"۔

زرتاش نے ہچکچاتے ہوئے دریافت کیا" اور یہ رینا شہزادی کس ملک کی ہے"؟

سوداگر نے نظریں شہزادے کے چہرے پر گاڑ دیں۔

زرتاش بولا" میں صرف اِس خیال سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ جس کی تصویر میرے پاس ہے۔ میں اُس کے پتہ نشان سے اور اُس کے متعلق ضروری معلومات سے۔ بھی ناآشنا نہ رہوں"۔

سوداگر نے تامّل کے عالم میں بادشاہ کا چہرہ

دیکھا۔ بادشاہ کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ کہ اُسے حالات بیان کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ وہ بولا۔" بحرِ ہند میں پورب کی طرف اِکیاسی دِن اور اِکیاسی راتوں کا سفر کرنے کے بعد خارزان کی سرزمین آتی ہے۔ اس سرزمین میں اُتّر کی طرف جنگلوں اور پہاڑوں سے گذر کر گھوڑے کی سواری پر تین مہینے کی مسافت طے کرنے کے بعد سیّاح رینان میں پہنچتا ہے۔ رینا رینان کی شہزادی ہے۔ اور حسن و جمال میں یکتائے روزگار ہے۔ گو اس وقت وہ عالمِ شباب میں ہے۔ مگر ابھی تک اُس کی شادی نہیں ہوئی۔ اور نہ اُمّید ہے کہ کبھی ہوگی۔ کیونکہ اُس نے عہد کر رکھّا ہے۔ کہ میں اُس شخص سے شادی کروُنگی۔ جو میری شرط پوری کریگا۔ بموجبِ دستور ہر سال صرف برسات کے بعد دور دراز ملکوں کے شہزادے اس کی شرط پوری کرنے پہنچتے ہیں۔ مگر پوری نہیں کر سکتے۔ اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے ڈالتے ہیں۔ خدا معلوم وہ شرط کیا ہے۔ مگر جو کچھ بھی ہے۔ اِس قدر کٹھن ہے۔

Taj Tahir Foundation

کہ کوئی شخص اُسے پُورا نہیں کر سکتا"۔

سوداگر پہروں بادشاہ کو اپنا سامان دکھاتا رہا۔ لیکن تصویر خرید چکنے کے تھوڑی دیر بعد زرتاش اُٹھا۔ اور بادشاہ سے اجازت لے کر باہر چلا گیا۔ سوداگر نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "عالیجاہ۔ یونان کی شاہزادی رینا کا حُسن نوجوانوں کو بے اختیار بنا دیتا ہے۔ میں آپ سے التماس کروں گا۔ کہ آپ احتیاطاً شہزادے کی نگہداشت کریں"۔

بادشاہ ہنس کر بولا "میں زرتاش کو تُم سے بہتر طور پر جانتا ہوں"۔

شہزادہ زرتاش

شہزادہ زرتاش بادشاہ کے حضور سے اُٹھ کر محل سے گذر رہا تھا۔ کہ اُسے آواز آئی۔ "زرتاش"! مُڑ کر دیکھا۔ تو اُس کی سوتیلی ماں ملکہ کھڑی مُسکرا رہی تھی۔ بولی۔ "کہاں چلے"؟

زرتاش نے کہا۔ "باہر جا رہا ہوں"۔

ملکہ بولی۔ "پردے کے پیچھے بیٹھ کر رینا کا ذکر میں نے بھی سُنا۔ اُس کی تصویر مجھے نہ دکھاؤ گے"؟

زرتاش ذرا تامُّل کے بعد مُڑا۔ اور صندوقچہ لا کر ملکہ کے سامنے پیش کر دیا۔ ملکہ صندوقچہ لے کر چمن کی طرف مُڑ گئی۔ زرتاش اِس کے پیچھے پیچھے تھا۔

باغ میں پتھر کی ایک نشست پر بیٹھ کر اُس نے صندوقچہ کھولا۔ اور تصویر اُس میں سے نکال لی۔ دیر تک چُپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

Taj Tahir Foundation

اور پھر بولی۔ "کس قدر خوبصورت ہے"!

زرتاش خاموش بیٹھا رہا۔ ملکہ آہ بھر کر بولی۔ "کاش یہ حسین شہزادی میرے زرتاش کی بیوی بن سکتی"!

زرتاش نے ایک نظر ملکہ کی آنکھوں کو دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں ۔

ملکہ نے ذرا سی خاموشی کے بعد کہا "اس کی شادی کی کوئی ٹیڑھی شرط نہ ہوتی۔ تو میں کس خوشی سے اس کے لئے تمہارا پیغام بھجواتی"۔

زرتاش نے جواب کچھ نہ دیا۔ تصویر ملکہ کے ہاتھ سے لے کر پھر صندوقچہ میں رکھ لی۔

ملکہ بولی "لیکن مجبوری۔ اس کا رشتہ نہ معلوم کس قسمت والے بہادر کے ساتھ لکھا ہے"۔

زرتاش اب بھی خاموش رہا۔ تو ملکہ بولی "کیا سوچ رہے ہو؟ کہیں رینا کی آرزو تو دل میں پیدا نہیں کر بیٹھے؟ ایسا خیال بھی دل میں نہ لانا۔ یہ بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ ایسی آرزو تو کچھ اُن ہی نوجوانوں کو زیب دیتی ہے۔ جو سر ہتھیلی پر رکھ کر گھر سے نکل کھڑے ہوں۔

میں تمہیں اس کی اجازت ہرگز نہ دونگی"۔

زرتاش آہستہ سے بولا "میں خیال رکھوں گا۔ کہ آپ کی محبت کو ایسی آزمایش میں پڑنے کا موقع نہ آنے دوں"۔

یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور تعظیم بجا لا کر وہاں سے روانہ ہو گیا + باغ کے دروازے پر اُس نے مڑ کر دیکھا۔ کہ ملکہ وہیں پتھر کی نشست پر چپ چاپ بیٹھی ہے۔

زرتاش دیر تک مردانہ باغ میں خاموش ٹہلتا اور کچھ سوچتا رہا۔ درختوں کے سائے طویل ہونے شروع ہو گئے۔ تو وہ ایک آہ بھر کر اپنے محل کو لوٹ چلا۔

محل میں واپس آیا۔ تو وہاں اُس کا بے تکلف دوست زمرہ اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ دیکھ کر بولا۔ "بڑی راہ دکھائی۔ آج کہاں گئے تھے"؟

زرتاش نے سوداگر کے آنے اور اشیا دیکھنے کی غرض سے بادشاہ کے یاد کرنے کا حال بتایا۔

زمرہ نے شہزادے کے ہاتھ میں جڑاؤ صندوقچہ

Taj Tahir Foundation

دیکھ کر پُوچھا۔ "کچھ خریدا ہے"؟

زرتاش نے ذرا سے پس و پیش کے بعد چپ چاپ صندوقچہ زمرہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ زمرہ اُس کے کام کی تعریف میں رطب اللسان ہو گیا۔ زرتاش چُپ چاپ کھویا کھویا مسند پر بیٹھ گیا۔

زمرہ نے صندوقچہ کھولا۔ تو اندر سے رینا کی تصویر نکل آئی۔ بولا "یہ کیا"؟ تصویر صندوقچے سے نکالتے نکالتے دس مرتبہ پوچھ ڈالا یہ کون ہے۔ یہ کس کی تصویر ہے؟ لیکن جب تصویر پر نظر ڈالی۔ تو سکتہ کے عالم میں رہ گیا۔ "اُفوّہ اتنا حُسن"!

کچھ دیر بعد جب ہوش بجا ہوئے۔ تو نظر زرتاش پر ڈالی اور پھر پُوچھا۔ "کسی کی اصلی تصویر ہے یا خیالی ہے"؟

زرتاش کچھ دیر چُپ رہا۔ زمرہ بڑھ کر اُس کے قریب بیٹھ گیا۔ اور بولا "کیا یہ بھید مجھ سے چھپانا ہی ضروری ہے"؟

زرتاش نے زمرہ پر نظر ڈالی۔ اور رینا کے

جو حالات سوداگر سے سُن کر آیا تھا۔ وہ اُسے سُنانے لگا۔

زرتاش قبرص کے بادشاہ شال جوزی کا بڑا فرزند تھا۔ قبرص بحر ہند میں ایک پُر فضا اور خوبصورت جزیرہ تھا۔ شال جوزی اُس جزیرے کا بلند ہمّت اور صاحبِ اقبال بادشاہ تھا۔ اُس کے خزانے زر و جواہر سے بھرپُور تھے۔ روپیہ کوڑیوں کے مول تھا۔ رعایا نہایت آسودگی اور فارغ البالی سے اوقات بسر کرتی اور اُس کی درازی عُمر کی دُعائیں مانگتی تھی۔

اُس بادشاہ کی پہلی ملکہ جس سے زرتاش پیدا ہُوا۔ شہزادے کی پیدائش کے تھوڑے ہی عرصے بعد انتقال کر گئی تھی۔ بادشاہ اپنی ملکہ کو جانِ شیریں سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اِس کی مرگِ ناگہانی سے دُنیا اُس کی آنکھوں میں اندھیر ہو گئی۔ اُس نے ہنسنا بولنا اور سلطنت کے معاملات سے دلچسپی لینا چھوڑ دیا۔ عرصے تک ننھے زرتاش کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ملکہ کی موت نے اُس کے دل میں کوئی اُمنگ

Taj Tahir Foundation

باقی نہ چھوڑی تھی +

اس طرح ایک مُدّت گذر گئی ۔ بادشاہ کے گوشہ نشین ہو جانے سے سلطنت کا انتظام ابتر ہونے لگا + یہ صورتِ حالات دیکھ کر کئی دشمن پیدا ہو گئے جو سلطنت اپنے قبضے میں لانے کے لئے نت نئی تدبیریں کرنے لگے + ادھر بحری لٹیروں نے جنہیں پہلے دم مارنے کی مجال نہ تھی ۔ سر اُٹھایا ۔ آئے دِن کشتیاں اور جہاز لوٹے جانے لگے ۔ لیکن جب قریب کے ایک جزیرے کے ایک طاقتور بادشاہ نے قبرص پر قبضہ کرنے کے لئے بہت سی فوجیں فراہم کرنی شروع کر دیں ۔ تو سلطنت کے خیر اندیش اور نمک حلال وزیروں نے آپس میں مشورہ کیا ۔ کہ کوئی ایسی تدبیر کی جائے ۔ جس سے بادشاہ سلامت گوشہ نشینی ترک کر دیں ۔ اور پہلے کی طرح رعایا کے والی و پاسبان بن جائیں +

سوچتے سوچتے ایک تدبیر اُن کی سمجھ میں آئی ۔ شہر میں جتنے سفید سر بوڑھے تھے ۔ سب کو اکٹھا کیا ۔ وہ اپنے ساتھ چھوٹی بچیوں

کو لے کر بادشاہ کے حجرے کے سامنے پہنچے ۔ اور آہ و بُکا کرنے لگے + بُوڑھوں کی فریادیں اور چھوٹی چھوٹی بچیوں کا رونا بلکنا سُن کر بادشاہ مُتحیّر ہُوا ۔ حجرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلا ۔ اور پُوچھا "ماجرا کیا ہے"؟

بُوڑھوں نے غم و اندوہ سے کانپتی ہُوئی آوازوں میں کہنا شُروع کیا "اے بادشاہ ! سلطنت کی طرف سے آپ کی عدم توجّہی نے ہر طرف دشمن کھڑے کر دیئے ہیں ۔ کوئی دم میں غنیم فوجِ قہار لے کر شہر پناہ کے نیچے کھڑا ہوگا ۔ ہم بُڈھوں کا خیال نہیں ۔ تو برائے خدا اِن کمسن پھُول سی بچّیوں کی حالت پر ترس کھائیے ۔ آہ ۔ جب غنیم کی فوجیں بھیڑیوں کی طرح شہر پر ٹوٹ پڑیں گی ۔ تو اِن معصوموں کا کیا حشر ہوگا"؟

اِن کی یہ تقریر سُن کر بادشاہ تھوڑی دیر فکرمند رہا ۔ بچّیوں کی بھولی بھالی صُورتیں اور اُن کا رونا بلکنا دیکھ کر اُس کا دل بھر آیا ۔ اُس کے ساتھ ہی خوفِ الٰہی بھی دامن گیر ہُوا ۔ کہ حشر کے

دن جب اللہ تعالیٰ کرسیِ عدل پر بیٹھ کر
پوچھے گا۔ کہ "اے گنہگار بندے۔ مَیں نے تجھے
اپنی مخلوق کی پاسبانی کا شرف بخشا۔ مگر تُو ایک
عورت کی محبّت کے سوگ میں اپنے فرائض سے
غافل ہو گیا۔ تو میں کیا جواب دُونگا"؟

اِس خیال سے وُہ کانپ اُٹھا۔ اُسی وقت
محل میں پہنچا۔ نہا دھو کر لباسِ فاخرہ پہنا۔ اپنے
لختِ جگر شہزادہ زرتاش کو جو دائیوں کی نگرانی
میں تین چار سال کا ہو چکا تھا۔ گود میں لے کر
خُوب پیار کیا۔ سینے سے لگایا۔ اِس کے بعد اُس
نے مُعزّزینِ شہر کو طلب کر کے تخت پر جلوس
فرمایا۔ اور فوجوں کی تیاری کا حکم صادر کر دیا۔

اِدھر غنیم بادشاہ نے جب شال جوزی کے
حُجرے سے نِکل آنے کی خبر سُنی۔ تو اُس کے
چھکے چھُوٹ گئے۔ کیونکہ شال جوزی کے خُود مُقابلہ
میں آ جانے پر اُس کی کامیابی کی اُمّید خیال
مَوہُوم تھی۔ اُس نے اپنے وزیروں سے مشورہ
طلب کیا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ اُن میں سے
ایک وزیر صاحبِ تدبیر تھا۔ اُس نے کہا۔

بادشاہ سلامت یہ معاملہ آپ میرے سپرد کیجیئے۔
شال جوزی سے دُشمنی مول لینا عقلمندی کی بات
نہیں۔ مَیں خُود اُس کے پاس جاؤں گا۔ اور اس
مُعاملے کو ایسی حِکمتِ عملی سے ٹال دُونگا۔ کہ وہ
نہ صِرف آپ کو اپنا دوست جانے گا بلکہ ضرورت
کے وقت اپنے لاؤ لشکر کو لے کر آپ کی خِدمت
میں حاضر ہونا سعادت بھی سمجھے گا"۔

بادشاہ سمجھ گیا۔ کہ وزیر کا منشا کیا ہے۔
اُس نے مُسکرا کر اُسے اِجازت دے دی۔

اُس بادشاہ کی ایک بیٹی چندے آفتاب
چندے ماہتاب تھی۔ ہنوز وہ ناکتخدا تھی۔

بادشاہ کا دانا وزیر بادشاہ شال جوزی کی خدمت
میں حاضر ہو کر قدمبوس ہُوا۔ اور عرض کی۔ کہ
ہمارے مُلک کو سلطنتِ قبرص کا ہمسایہ ہونے
کا شرف حاصل ہے۔ اب تک یہ دونو مُلک
ایک دُوسرے سے بیگانہ تھے۔ لیکن اب ہمارے
بادشاہ کی یہ خواہش ہے۔ کہ آپس کی یہ
بیگانگی دُور ہو جائے۔ اور اس کی بجائے دوستانہ
تعلقات مُستحکم ہو جائیں۔ وُہ اس طرح کہ آپ

Taj Tahir Foundation

اُن کی اکلوتی نور نظر کو جو ماشاء اللہ حُسنِ سیرت اور حسنِ صورت کے لحاظ سے لاکھوں میں اِنتخاب ہے اپنی زوجگی میں قبول فرمائیں"۔

بادشاہ شال جوزی کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا۔ کہ اپنی مرحومہ ملکہ کی یاد دل سے بُھلا کر اُس کی جگہ دُوسری عورت کو دے مگر اِس کے وزیروں نے اُس کو سمجھایا۔ اِس رشتۂ اتحاد سے قبرس اور اُس کی رعایا کو جو جو فائدے پہنچنے کی اُمّید تھی۔ ایک ایک کر کے گنوائے۔ آخر بادشاہ نے با دلِ ناخواستہ یہ رشتہ منظور کر لیا۔

نئی ملکہ نے جس وقت سے سرزمینِ قبرس میں قدم رکھا۔ سارا مُلک اُس کا مدح خواں ہوا شال جوزی چند روز اُس سے الگ الگ رہا۔ مگر ملکہ نے اپنی خدمت گذاری اور اپنے اوصافِ حمیدہ سے جلد ہی اُس کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ یہاں تک کہ ننّھا زرتاش بھی اُسے اپنی حقیقی ماں تصوّر کرنے لگا۔

ملکہ اپنے وقت کا بیشتر حصّہ شہزادہ زرتاش کی تعلیم و تربیت میں صرف کرتی۔ اُسے قدرتی

طور پر اُس بھولے بھالے بچّے سے اُنس ہو گیا تھا۔ شال جوزی نے جب اُسے سوتیلے بیٹے پر اس قدر مہربان و شفیق پایا۔ تو اُس کے دل پر سے ایک بڑا بوجھ اُٹھ گیا۔ اور اُس نے اطمینان کا لمبا سانس لیا۔

اس کے بعد جو زمانہ گذرا۔ وہ نشاط و کامرانی کا ایک طویل وقفہ تھا۔ شاہ و ملکہ کی تمام تر توجّہ کا مرکز شہزادہ زرتاش تھا۔ اُسے بچپن ہی سے وہ تمام عُلوم فنون سکھائے گئے۔ جن کا سیکھنا سلطنت قبرس کے ولی عہد کے لئے ضروری تھا۔ دُور دُور سے علوم و فنون کے نامی گرامی اور شہرۂ آفاق اُستاد بلائے گئے۔ یہاں تک کہ سرزمین قاہران سے یہودی حکیم الیاس تک کو اِس غرض سے بُلایا گیا۔ کہ شہزادہ کو پرندوں کی بولی سکھائے۔ یہ بولی ملکہ سبا نے کبھی حضرت سُلیمان کو سکھائی تھی۔ اور سینہ بہ سینہ ہوتی ہوئی الیاس تک پہنچی تھی۔

غرض جوانی کی عمر کو پہنچتے پہنچتے زرتاش تمام عُلوم و فنون میں ماہر کامل ہو گیا۔ وہ وجیہ و شکیل

اور مردانہ حسن و جمال کا مکمّل نمونہ تھا۔ جس طرح
دُنیا کی زینت آفتاب سے ہے۔ اُسی طرح قبرس
کی زینت شہزادہ زرتاش سے تھی۔ وہ نہایت
جری۔ نیک اطوار اور سعادتمند تھا۔ دشمنوں اور
ظالموں کے لئے طوفان پر آئے ہوئے سمندر کی
طرح پُرغضب۔ بیکسوں اور مظلوموں کے لئے پھُول
کی طرح کومل اور چاند کی طرح راحت بخش۔

شہزادہ زرتاش اپنے مہربان باپ۔ شفیق
ماں اور مُخلص رعایا کے درمیان نہایت بےفکری
اور چین سے زندگی گذار رہا تھا۔ کہ فلک نے
ایک نیا پیچ ڈالا۔ جس نے شہزادے کے خرمنِ
مسرّت پر بجلی گرا دی۔

کئی برس کے بعد ملکہ اُمّید سے ہُوئی۔ اُس
گھڑی سے اُس کے دل میں شہزادہ زرتاش کے
خلاف نفرت کا بیج بویا گیا۔ مگر وہ بہت دانشمند
عورت تھی۔ اُس نے اپنے جذبات کو کبھی ظاہر
نہ ہونے دیا۔ اُس کا سُلوک شاہزادہ زرتاش سے
اب بھی مثل سابق کے تھا۔ مگر اُس کی آنکھوں
میں ایک نئی قسم کی چمک جس میں سرد مہری

جھلکتی نظر آتی تھی۔ پیدا ہوگئی تھی۔ جو اس قدر
موہوم تھی۔ کہ سوائے شاہزادہ زرتاش کے کوئی
آنکھ اُسے دیکھ نہ سکتی تھی۔ لیکن زرتاش اُسے
دیکھتا بھی تھا۔ اور اپنے دُکھے ہُوئے دِل میں
اس کے معنی بھی بخوبی سمجھتا تھا۔

شہزادہ اب اُداس اُداس رہنے لگا۔ وہ محلوں
میں بہت کم جاتا۔ اپنا وقت سیر و شکار میں
گذارتا۔ اِس حُزن و ملال میں شہزادے کا ہمراز
صِرف وزیر کا بیٹا زمرہ تھا۔ جو شاہزادے کے
ساتھ کھیل کر جوان ہُوا تھا۔ اور بچپن سے
اُس کا رفیق و دمساز تھا۔ سچ یہ ہے۔ کہ
اگر وہ نہ ہوتا۔ تو شہزادے کو یہ ملال کی زندگی
جس کا حال کسی کو معلوم نہ تھا۔ گذارنی دُوبھر
ہو جاتی۔

رینا کے حالات زمرہ کو سُنا کر زرتاش بولا۔
"دوست تمہیں بخُوبی معلوم ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے
میں کس قدر غمزدہ اور اُداس رہتا ہوں۔ میرا غم
ایسا ہے۔ جسے میں اپنے باپ سے بھی بیان
نہیں کر سکتا۔ لیکن آج اس تصویر کو دیکھ کر اور

Taj Tahir Foundation

سوداگر کی باتیں سُن کر میرے دِل میں نئی نئی
اُمنگیں پیدا ہو رہی ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا
ہے۔ کہ ریتان کی شہزادی ریتا مجھے پکار رہی
ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ ابّا جان مجھے ایسی کٹھن
مہم پر جانے کی اجازت ہرگز نہ دینگے۔ اِس لئے
میں سوچتا ہوں۔ کہ کل رات یہاں سے
چپ چپاتے روانہ ہو جاؤں۔

زمرہ نے گھبرا کر کہا۔ "کل رات"؟

زرتاش بولا۔ "میرا بہت جلد روانہ ہو جانا
کسی کے لئے دلی خوشی کا موجب ہوگا۔ اور
پھر سوداگر نے بھی بتایا ہے۔ کہ ریتا کے
خواستگاروں کے لئے پہنچنے کا وقت برسات
کے بعد کا زمانہ مقرر ہے۔ فاصلے کا خیال کرتے
ہوئے یہی وقت ایسا ہے۔ کہ اگر فوراً یہاں سے
روانہ ہوں۔ تو برسات ختم ہونے تک وہاں پہنچ
سکتا ہوں"۔

زمرہ نے کہا۔ "لیکن زرتاش۔ نہ معلوم ریتا
کی شرط کیا ہے۔ اُس کا پورا کرنا ممکن بھی ہو
یا نہیں"۔

زرتاش نے کہا۔ "اپنی ایک آرزو کے لیے
کوشش کرنا اور اِس کوشش میں مر رہنا۔ یہاں
غم کو سینے میں دبائے رہنا اور دوسروں کی
نظروں میں کھٹکتے رہنے سے بہت بہتر ہے"۔

زمرہ کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ کیا کہے۔

زرتاش بولا۔ "میں نے تمھیں اس راز سے صرف
اِس لئے باخبر کیا ہے۔ کہ کہیں تم میرے اِس
فعل کو آئینِ دوستی کے خلاف نہ سمجھنے لگو۔ کہ
دوست سے پردہ رکھا۔ بس مجھے اور کچھ نہیں
کہنا"!

یہ سُن کر زمرہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔
"گویا تم مجھے یہاں تنہا چھوڑ دینا چاہتے ہو۔
خدا کی قسم یہ ہرگز نہ ہوگا۔ جس طرح انسان
سے اُس کا سایہ جُدا نہیں کیا جا سکتا۔ اِسی
طرح میں بھی تم سے علیحدہ نہیں ہو سکتا"۔

زرتاش کا اگلا دن خوشی اور رنج کے مِلے
جُلے جذبات میں گذرا۔ اس کا بہت سا حصہ
اُس نے اپنی مرحوم ماں کی قبر پر گذارا۔ اپنے
باپ بادشاہ کے حضور میں زیادہ سے زیادہ جتنی

Taj Tahir Foundation

دیر ٹھیر سکتا تھا۔ ٹھیرا۔ شام کے قریب ملکہ کی خدمت میں پہنچا۔ وہ اُسے دیکھ کر بولی۔ "مجھے اُمید ہے۔ رینا کا خیال تم اب تک بھلا چکے ہوگے"!

زرتاش نے کہا۔ "آپ کی خوشنودی ہر حال میں میرا ایمان ہے"۔

اِسی رات جب قبرص پر نیند کی مدہوشی طاری تھی۔ دو صبا رفتار گھوڑے ساحل کی طرف اُڑے جا رہے تھے۔

فرار

جمالِ سحر نیلے آسمان پر شہاب پاشی کر رہا تھا۔ کہ اُفق پر سمندر موجیں مارتا دِکھائی دینے لگا۔ بندرگاہ سے ورے ہی ٹھیر کر زرتاش اور زمرہ نے بھیس بدل لینا مُناسب سمجھا۔ کہ کہیں پہچان نہ لئے جائیں۔ زمرہ اِس مقصد کے لئے ضروری سامان ساتھ لایا تھا۔ اس مرحلہ سے فراغت پا کر وہ بندرگاہ کے آزمودہ کار ملّاحوں سے مِلنے اور اُنہیں طویل بحری سفر پر آمادہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔

ملّاحوں کو طویل سفر پر آمادہ کرنا اِتنا مُشکل ثابت نہ ہوا۔ جتنی مُشکل اِنہیں اس بات پر آمادہ کرنے میں پیش آئی۔ کہ دوپہر سے پہلے کشتی بندرگاہ کے ساحل سے رُخصت ہو جانی چاہیئے۔

وہ ایک لمحہ بھی ضائع کرنا نہ چاہتے تھے۔ اندیشہ تھا۔ کہ بہت جلد ان کے فرار کا علم

Taj Tahir Foundation

محل میں ہو جائے گا۔ اور ان کی تلاش شروع کر دی جائیگی۔ اور ممکن ہے کہ تلاش کرنے والے اُنہیں روانگی سے پہلے ہی بندرگاہ پر آلیں۔ اس لئے فوراً روانہ ہو جانا ان کے لئے بے حد اہم اور ضروری تھا۔

زرتاش اور زمرہ اپنے ساتھ زر و جواہر بہت کافی لے کر آئے تھے۔ مثل مشہور ہے۔ "زر بر سرِ فولاد نہی نرم شود"۔ چنانچہ تعجیل سے کام لینے کے لئے ملّاحوں کی توقع سے بہت زیادہ معاوضہ پیش کیا۔ اور چند ایسے قسمت آزما ملّاحوں کو دو پہر تک روانہ ہونے پر آمادہ کر لیا۔ جن کے کوئی عزیز و اقارب بندرگاہ میں موجود نہ تھے۔

زرتاش اور زمرہ کو اطمینان تھا۔ کہ دو پہر تک کسی تعاقب کرنے والے کا بندرگاہ تک پہنچنا ناممکن ہے۔

دو پہر کو ان کی بادبانی کشتی نے راستہ کے لئے مناسب سامان جمع کر لینے کے بعد اللہ کے بھروسے پر قبرس کے ساحل کو الوداع کہ دی۔ ساحل ایک دلاویز تصویر نظر آنے کے بعد رفتہ رفتہ

ایک وہم کی طرح نظر آنے لگا اور اس کے بعد ان کی بادبانی کشتی بحرِ ذخّار میں ہچکولے کھاتی پورب کی طرف روانہ ہو گئی۔

روانگی تک چونکہ طرح طرح کے اندیشوں نے گھیر رکھا تھا۔ اس لئے یہی دُھن دل میں سمائی تھی۔ کہ کسی طرح جلد سے جلد کشتی ساحل سے رخصت ہو جائے۔ لیکن اب چند گھنٹے گزرنے کے بعد جب اندیشے رفع ہو گئے۔ اور طبیعت میں ایک سکون سا آگیا۔ تو وطن سے جدا ہونے کے خیال پر دونو کے دل بھر آئے۔ اور عزیزوں اور پیاروں سے چھوٹ جانے کے خیال پر وہ خاموش بیٹھے اشکبار ہو گئے۔

زرتاش کو زمرہ کے غم کا خیال اَور زیادہ بے چین کر رہا تھا۔ آخر اُس سے نہ رہا گیا۔ بولا۔ "زمرہ تم چاہو۔ تو اب بھی میں کوئی صورت تمہاری واپسی کی پیدا کر سکتا ہوں"۔

زمرہ آنسو بھری آنکھوں سے کچھ دیر زرتاش کا چہرہ دیکھتا رہا۔ اور پھر بولا "آخر تم بھی تو اپنے عزیزوں کو پیچھے چھوڑے جا رہے ہو"۔

Taj Tahir Foundation

زرتاش نے روتے روتے اُٹھ کر زمرہ کو گلے سے لگا لیا +

صدمہ کی شدّت چند روز بعد گھٹ گئی۔ لیکن پھر بھی ان کا سفر خوشگوار نہ بن سکا۔ چاروں طرف سوائے نیلے پانی کے اَور کچھ نہ تھا۔ جو اگرچہ شروع شروع میں دِلچسپی کا موجب معلوم ہوتا تھا۔ مگر بہت جلد منظر کی یکسانی اُنہیں اُکتانے لگی + ہر روز صُبح کو سمندر کے ایک اُفق سے سُورج اُبھرتا اور دُوسرے اُفق میں غروب ہو جاتا۔ دِن میں سوائے طرح طرح کی مچھلیوں کی اُچھل کود کے اَور کوئی چیز ایسی دکھائی نہ دیتی تھی۔ جس سے اُکتایا ہُوا دِل کسی قِسم کا لُطف حاصل کر سکتا +

کبھی کبھار بحری پرندوں کی ٹولیاں غُل مچاتی ہوئی آسمان پر سے گزرتیں۔ تو البتّہ زرتاش ان کی آواز کے معنی زمرہ کو سمجھا کر کچھ دیر کے لئے اِسے بہلا لیتا +

وطن کی باتیں ختم ہو چکی تھیں۔ اب زرتاش اور زمرہ آنے والے حالات کے متعلق مصروفِ گفتگو

رہتے۔ کچھ معلُوم نہ تھا۔ کہ جس سرزمین کو جا رہے ہیں۔ وہ کیسی ہے۔ اور وہاں کیا واقعات ان کی راہ دیکھ رہے ہیں + اس کے مُتعلّق طرح طرح کے اندازے لگاتے اور فرضی مشکلات کا تصوّر کر کے سوچتے۔ کہ ان سے نبٹنے کی صُورت کس طرح پیدا کرینگے"؟

اندیشے دِل میں طرح طرح کے تھے۔ لیکن یہ موضوع ایسا نہ تھا۔ کہ اپنی دلچسپی سے اس طویل سفر کی اُکتاہٹ کو دور کر سکتا + کئی بار اُن کا جی چاہتا۔ کہ سمندر میں کوئی طوفان ہی آ جائے۔ کہ اُس یکساں تسلسُل میں کوئی فرق پڑ سکے۔ لیکن ان دِنوں سمندر بہت ساکن اور حلیم تھا۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہوتا کہ ہَوا کی تندی کبھی کبھار کسی قدر بڑھ جاتی۔ اور بادبانوں کو بہت زیادہ پُھلا دیتی +

عرصہ کے بعد کبھی کسی ویران یا آباد ٹاپو کے پاس سے ان کا جہاز گزرتا۔ تو البتّہ سمندر کے منظر سے تھکی ہُوئی آنکھوں میں ایک بشاشت پیدا ہو جاتی۔ بڑے شوق سے ساحل پر اُترتے

Taj Tahir Foundation

لوگوں سے بات چیت اور خرید و فروخت کرتے۔
ریٖنان کے حالات پُوچھتے۔ وہاں کے متعلّق کسی
سے کچھ معلوم بھی ہوتا۔ تو بہت کم۔ ایسی
معلومات۔ جن سے نہ اطمینان ہوتا نہ بے اطمینانی
بڑھتی + بہر حال جلد سے جلد منزل پر پُہنچنے
کا خیال تھا۔ کسی جگہ زیادہ قیام کرنا طبیعت گوارا
نہ کرتی۔ رستے ہُوئے پھر کشتی میں سوار ہو جاتے۔
اور پھر اپنے آپ کو ناپیدا کنار سمندر کے رحم
پر چھوڑ دیتے +

اس طرح پَونے تین مہینے کا سفر کرنے
کے بعد آخر اُن کی بیتاب نظروں کو اُفق پر
وہ سرزمین دِکھائی دے گئی۔ جہاں اُنھیں سمندر
کو الوداع کہہ کر خشکی کا سفر اختیار کرنا تھا +

بندرگاہ پر پُہنچ کر اُنھوں نے ملّاحوں کو انعام
و اکرام دے کر رُخصت کیا۔ اور آگے روانہ ہونے
کے انتظامات میں دن بھر شہر کا چکّر لگاتے رہے +
بندرگاہ میں کئی لوگوں کو ریٖنان جانے کا اتفاق
ہو چُکا تھا۔ اُن سے راستہ سمجھا۔ راستے کے
حالات معلوم کئے۔ گھوڑے اور سفر کا ضروری سامان

خریدا۔ ریٖنان میں پہننے کے لئے چند پُرتکلّف جوڑے
خرید کئے۔ کیل کانٹے سے لیس ہونے کے بعد
اگلے دِن پَو پھٹ رہی تھی۔ کہ ان دونو کے گھوڑوں
نے ریٖنان کا راستہ پکڑا +

گھوڑوں کا سفر اگرچہ سمندر کے سفر سے
زیادہ طوِیل تھا۔ لیکن وَیسا اُکتا دینے والا نہ تھا۔
راستہ بھی اچھا خاصا تھا۔ ریٖنان میں بیرونی ممالک
سے سمندری تجارت اسی راستے ہوتی تھی۔ راستہ
میں گاؤں بھی تھے۔ پڑاؤ بھی۔ عام طور پر اُنھیں
رات کا اندھیرا گہرا ہونے سے پہلے رات کے
قیام کے لئے کوئی نہ کوئی مُناسب مقام مِل جاتا۔
جہاں بہ اِطمینان سے کھاتے پیتے اور سو رہتے۔
اور صبح کو تازہ دم ہو کر آگے کا راستہ پکڑتے +

ہر روز نِت نئے مناظر اُن کی آنکھوں کے سامنے
ہوتے۔ اُن سے لُطف اندوز ہوتے چلے جا رہے
تھے۔ کوئی جگہ خُوبصُورتی کے اِعتبار سے زیادہ مرغوب
ہوتی۔ تو اُتر پڑتے۔ کوئی حِصّہ اپنی ویرانی کے لحاظ سے
بصارت پر بار گذرتا۔ تو بلا توقّف اُس میں سے گذرے
چلے جاتے +

Taj Tahir Foundation

اِس زندگی کے دونو عادی تھے۔ سیر و شکار
کے لئے کئی بار دُور دُور کا سفر کر چُکے تھے۔ لہذا
اپنے سفر کے اس حصے سے وہ مسرور تھے۔ اور
اِس سے بخوبی لُطف اندوز بھی ہو رہے تھے۔ البتّہ
یہ خیال کبھی کبھار پریشان کر دیتا تھا۔ کہ نہ معلوم
شہزادی رینا کی شرائط کیا ہوں۔ اور اِن کی تکمیل کے
سلسلہ میں کس نوع کی مُشکلات سے دو چار ہونا
پڑے + لیکن عموماً حسین انداز کے نئے مناظر اُنھیں
مُستقبل کے فکر بُھلا ڈالتے۔ اور اپنی دلفریبیوں میں
جذب کر لیتے تھے +

اِس طرح اِن کا یہ خُوشگوار حصّۂ سفر ایسے طور
پر گذر گیا۔ کہ اُنھیں وقت کا احساس بھی نہ ہونے
پایا + برسات کی کیف آور ہوائیں۔ اور جھومتے ہوئے
بادل سمندر سے اُٹھ اُٹھ کر رینان کی طرف جا رہے تھے۔
کہ اِن ہی دِنوں ایک صُبح اپنے آخری پڑاؤ پر اُٹھ کر
اُنھوں نے ایک بلند مقام پر سے دیکھا۔ کہ دُور ایک
پہاڑی پر ایک حسین شہر کی عمارتیں دکھائی دے
رہی ہیں۔ یہی مقام رینان اور اُن کی منزلِ مقصود تھا +

شہزادی رِینا

شہزادی رِینا محل کے ایک مرمریں حجرے میں
اطلسی گدیلوں پر ایک کسل کی سی کیفیت میں
نیم دراز تھی۔ اور اُداس نظروں سے نیچے شہر
کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس کی اُونچی اُونچی
حویلیوں کی ممٹیوں اور گنبدوں اور میناروں کے
سائے ڈھلتے ہوئے سُورج کی روشنی میں طویل
ہونے شرُوع ہو گئے تھے +

وہ اُداس تھی۔ مگر اداسی میں بھی رعنائی و
دلاویزی اُس کے حسین چہرے کی بلائیں لے
رہی تھی۔ نرگسی آنکھیں سوچ کی چمک میں
اَور بھی گہری اَور دلکش نظر آ رہی تھیں۔ ترشی
ہوئی ناک کے نازک نتھنے لمبے لمبے اَور گہرے
سانس لے رہے تھے۔ پتلے پتلے سُرخ ہونٹوں
کی تازگی اُداسی کے دبائے دب نہ سکتی تھی +
اُس کے قدموں کے قریب اُس کی خاص کنیز

Taj Tahir Foundation

جوسینہ ایک قالین پر بیٹھی شہزادی کے لئے پھولوں
کا ایک ہار گوندھ رہی تھی۔ اندر ایوان میں
خوش آواز سازوں کی ہلکی ہلکی چھیڑ کے ساتھ رقاصہ
لڑکیاں دف بجا بجا کر ناچ رہی تھیں۔ اور منتظر
تھیں۔ کہ شہزادی اپنی سوچ سے چونک کر کب
اُن پر ایک نگاہ ڈالتی اور اپنی مسکراہٹ سے
اُن کی محنت کو کامیاب بناتی ہے۔

یک لخت باہر نقارے پر چوب پڑنے کی
آواز یوں آئی۔ جیسے ساون بھادوں کی اندھیری
رات میں اچانک بجلی کڑک اُٹھی ہو۔ شہزادی
چونک کر اُٹھ بیٹھی۔ جوسینہ کے ہاتھ رُک گئے۔
رقاصہ لڑکیوں کے قدم تھم گئے۔ اور سب کی کھلی
ہوئی آنکھوں میں ایک اندیشہ جھلکتا ہوا نظر آنے لگا۔

جوسینہ پس و پیش کے بعد آہستہ سے بولی۔
"اجل کسی اَور کو گھیر لائی"!

شہزادی نے اُسے غمگین نگاہوں سے دیکھ
کر آہستہ سے سر ہلا دیا۔

جوسینہ نے نامکمل ہار رکھ دیا۔ اور ہاتھ شہزادی
کے ننھے ننھے پیروں پر رکھ کر بولی۔ "شاہزادی!

کیا ہمیشہ یونہی ہوتا رہیگا؟ دیس دیس کے نامی۔
وجیہہ اور شجاع شاہزادے یوں ہی یہاں آ کر تباہ
ہوتے رہینگے"؟

شہزادی نے ایک لمبی آہ بھر کر کہا۔ "ان کی
تباہی اِن سے زیادہ مجھے دُکھ پہنچاتی ہے۔ لیکن
جوسینہ میری شادی کی جو شرط مقرر ہو چکی۔ اُس
کا تبدیل ہونا بھلا اب کیونکر ممکن ہے"؟

جوسینہ بولی۔ "اور وہ شرط اگر کسی سے پوری
نہ ہو سکی"؟

شہزادی نے آہستہ سے کہا۔ "تو میری
بدنصیبی"!

جوسینہ بولی۔ "لیکن میری شہزادی۔ تم خود
سمجھ سکتی ہو۔ یہ شرط کتنی ٹیڑھی ہے۔ اور اس
کا پورا ہونا کس قدر دشوار ہے"۔

شاہزادی نے پھر ایک آہ کے ساتھ سر ہلایا
اور بولی۔ "یہ سچ ہے۔ لیکن میرے دل میں
اپنی خوشی سے زیادہ ان بدنصیبوں کا درد ہے۔
جن کی خاطر میں نے یہ شرط مقرر کی ہے"۔

اُسی وقت ایک حبشی خواجہ سرا ایوان میں

Taj Tahir Foundation

داخل ہُوا۔ اور شہزادی کے حضور میں دو زانو ہو کر بولا۔" عالی پناہ تشریف لا رہے ہیں"۔

رینا اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جوسینہ اور رقاصہ لڑکیاں اُلٹے پاؤں ایوان سے باہر نکل گئیں۔ رینا دروازے کی طرف بڑھی۔ اُسی وقت بادشاہ اندر داخل ہُوا۔ اور لختِ جگر کو سینے سے لگا کر بولا۔" رینا قبرص کے بادشاہ شال جوزی کا فرزند تیری آرزو میں آج یہاں پہنچا ہے۔ اور تیری شادی کی شرط خود تیری زبان سے سننا چاہتا ہے"۔

رینا نے ملول آنکھیں اُٹھا کر باپ کا چہرہ دیکھا۔ باپ کی آنکھوں میں غم جھلک رہا تھا۔ بولا۔ " رینا۔ اس کی جوانی اور خوبصورتی دیکھ کر میرے دل سے آہیں اُٹھنے لگیں"۔

رینا ذرا دیر چپ رہ کر بولی۔" آپ نے اُسے اس خیال سے باز رکھنے کی کوشش کیوں نہ کی"؟

بادشاہ نے کہا۔" دُوسرے نوجوانوں کی طرح وہ بھی جوانی کے جوش سے بھرا ہُوا ہے۔ جوانی کوئی نصیحت نہیں سُنا کرتی"۔

رینا نے کہا۔" اُسے چند روز یہاں قیام کرنے

کو کہنا تھا۔ مُمکن تھا چند دِن یہاں رہ کر اور لوگوں سے دُوسرے اُمیدواروں کا انجام سُن کر وہ اپنا ارادہ ترک کر دیتا۔ اور وطن لوٹ جاتا"۔

بادشاہ بولا۔" وہ اِسی وقت شرط معلوم کرنے پر مُصر ہے"۔

رینا نے ایک لمبی آہ بھری اور بولی" میں حاضر ہُوں"۔

بادشاہ اُس کا ہاتھ تھامے اُسے باہر لے گیا۔ طویل غلام گردشوں میں سے ہوتے ہوئے جن میں جگہ جگہ طلائی ظروف سے خوشبوؤں کے بادل اُٹھ رہے تھے اور غلام تعمیلِ حکم کے انتظار میں چپ چاپ کھڑے تھے۔ وہ شاہزادی کے ایوان مُلاقات میں پہنچے۔

پردے کے کانپتے ہوئے بوٹیوں میں سے رینا نے دیکھا۔ کہ عین سامنے ایک حسین نوجوان تلوار کی نوک فرش کے دمکتے ہوئے پتھروں پر یوں ٹکائے کھڑا ہے۔ گویا زمین کی تحقیر کر رہا ہے اس کے سُرخ دل پسند چہرے کے پاکیزہ نقش پر عزم و اِستقلال کی روشنی کانپ رہی تھی۔

Taj Tahir Foundation

ایوان ملاقات میں شہزادی کے داخل ہوتے
ہی سازندوں نے سازوں کے تار چھیڑ دیئے۔
ان سازوں کی میٹھی اور خوابناک آواز میں زرتاش
نے پہلی بار رینا کو اور رینا نے زرتاش کو دیکھا۔
اور دونو کو ایسا معلوم ہُوا۔ کہ اُن کا خیال حسن
کا جو بہتر بن تصوّر کر سکتا تھا۔ وہ اُن کے
سامنے زندہ موجود ہے + رینا موتیوں کے
پردے والے دروازے میں سیڑھیوں کے اُوپر
کھڑی زرتاش کو تک رہی تھی۔ اور زرتاش
ایوان کے دمکتے ہوئے فرش پر کھویا ہوا کھڑا
تھا۔ اور اپنی نظر رینا کے چہرے پر سے نہ
اُٹھا سکتا تھا +

کنیزیں اور خادمائیں دونو طرف سے بڑھ کر
سیڑھیوں کے اِدھر اُدھر کھڑی ہوگئیں۔ اور
انہوں نے تعظیم سے سر جُھکا دِئے + بادشاہ
نے بڑھ کر رِینا کا ہاتھ تھاما۔ اور ساتھ لے کر
سیڑھیاں اُترا۔ اور ایوان میں سے گزر کر
دوسری جانب چلا۔ جہاں سنگِ مرمر کے ایک
چبوترے پر طلائی زرین ایک بیش قیمت تخت

کو اُٹھائے کھڑے تھے۔ اور خواصیں جواہر نگار
ڈنڈیوں کے مورچھل لئے کھڑی تھیں + رینا کے
ساتھ زرتاش کی نگاہیں بھی چل رہی تھیں +

رینا کو تخت پر بٹھا کر بادشاہ نے کہا۔
"اے قبرس کے بادشاہ شال جوزی کے فرزند!
یہ میری دختر رینا ہے۔ جسے جیتنے کے لئے تُو
دور دراز کا سفر کر کے یہاں آیا ہے + اِس سے
پیشتر کہ یہ اپنے نکاح کی شرط تجھ سے کہے۔
مَیں ایک بار پھر تجھے یاد دلانا چاہتا ہوں۔ کہ
بڑے بڑے سورما شہزادے یہاں آئے۔ اور
اس شرط کو پُورا کرنے کی آرزو میں یا جان
سے ہاتھ دھو بیٹھے یا خود مُردوں سے بدتر
ہو گئے + تیرے حُسن اور جوانی پر مجھے ترس
آتا ہے۔ اور میں تجھ سے کہنا چاہتا ہُوں۔
کہ تُو اب بھی اِس خیالِ خام سے باز آجا
اور اپنے وطن کو لوٹ جا" +

بادشاہ کی اس نصیحت کے جواب میں
زرتاش تخت کی طرف بڑھا۔ اور سیڑھیوں کے
نیچے فرش پر دوزانو ہو کر بولا۔ "اے سلطان

Taj Tahir Foundation

کامیابی اور ناکامیابی خُدا کے ہاتھ ہوتی ہَے۔ لیکن جس مقصد کے لئے کوشش کرنے کو انسان کی اپنی رُوح پکار رہی ہو۔ اُس مقصد میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا اندیشہ بہادروں کی ہمّت کو پست نہیں کرتا۔ بلکہ اُن کے حوصلوں کو اَور بڑھا دیتا ہے"۔

رینا نے غمگین نظروں سے بادشاہ کو دیکھا۔ اور بادشاہ نے رینا کو! وہ بولی "عالی مرتبہ شہزادے! اگر مَیں خود تم سے اِلتجا کروں۔ کہ تم میری شرط کی خوفناک آزمائش میں نہ پڑو۔ اور اپنے وطن کو لَوٹ جاؤ"؟

زرتاش نے ادب کی نظریں رِینا کے حسین چہرے پر ڈالیں۔ اور بولا "حسین شہزادی! تم یہ پسند کروگی۔ کہ تمہیں زندگی میں اگر کبھی بھولے سے قبرس کے سلطان شال جوزی کے فرزند زرتاش کا خیال آئے۔ تو تم اُسے بُزدل سمجھ کر یاد کرو۔ جو تمہاری شرط کے خطرات سے گھبرا کر وطن بھاگ گیا"۔

بادشاہ نے ایک لمبی آہ بھر کر کہا "رینا یہ

کوشش بے سُود ہے۔ کوئی بہادُر یہاں پہنچنے کے بعد واپس جانا گوارا نہیں کر سکتا۔ ہمارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں۔ کہ زرتاش کی کامیابی کے لئے درگاہ ربّ العزّت میں دعاء کریں۔ اس کی رحمت سے کچھ بعید نہیں۔ کیا معلوم یہی نوجوان ہم پر سے اس لعنت کو دُور کرنے کا باعث بن سکے۔ جس کا ہم شکار ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ تُم اسے اپنی شرط کی تفصیل بتاؤ"۔

یہ کہہ کر سلطان سیڑھیوں سے اُتر آیا۔ اور ایوان سے رُخصت ہو گیا۔

Taj Tahir Foundation

شرط

رینا آنکھوں میں آنسو لئے تخت پر چُپ چاپ بیٹھی تھی۔ زرتاش نے آہستہ سے کہا۔ "شہزادی! تُم اُداس ہو"؟

رینا بولی۔ "میں سوچ رہی ہوں۔ کہ میری شرط کتنے بہادروں کو اب تک برباد کر چکی ہے۔ اور آج پھر ایک شجاع حسین کی جان لینے کے درپے ہو رہی ہے"۔

زرتاش نے کہا۔ "میں شرط سُننے کے لئے بے قرار ہوں"۔

رینا نے پُوچھا۔ "تمہارے لئے لوٹ جانا کسی طرح ممکن نہیں"؟

زرتاش نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ ذرا دیر چُپ رہا۔ پھر بولا۔ "کیا تم چاہتی ہو۔ میں نئی سلطنتیں تسخیر کر کے تمہاری سلطنت میں شامل کر دوں"؟

رینا نے آہستہ سے سر ہلا کر انکار کر دیا۔

زرتاش نے کہا۔ "تمہارے کسی دشمن کو تمام کر کے تمہاری انتقام کی پیاس بجھاؤں"؟

شہزادی نے پھر آہستہ سے سر ہلا دیا۔

زرتاش بولا۔ "تمہارے لئے ایسے جواہر کے ڈھیر لگا دوں۔ جن کی جگمگاہٹ سے انسان کی آنکھ اجنبی ہو"۔

شہزادی نے سر ہلا کر کہا۔ "سب یہی سمجھ کر یہاں آتے ہیں۔ لیکن میری شرط کا تعلق نہ حرص و آز سے ہے۔ اور نہ انتقام کی پیاس سے۔ اس کا تعلق صرف اپنی رعایا کی ہمدردی سے ہے"۔

زرتاش بولا۔ "پھر تم اُسے بتانے میں دیر کر کے مجھے کیوں بے چین بنا رہی ہو"؟

رینا نے کہا۔ "اس اُمید میں۔ کہ شاید تم اب بھی سمجھ سکو۔ اور اس کے معلوم ہونے سے پہلے یہاں سے رُخصت ہو جاؤ"!

زرتاش بڑھ کر شہزادی کے قدموں میں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔ اور اپنی بیتاب نظریں اُس سے مِلا کر

Taj Tahir Foundation

بولا۔ "خُوبصورت شہزادی! یہ نامُمکن ہے"۔

شہزادی نے دُکھ کی مجبور نظروں سے اُسے دیکھا۔ اور کچھ دیر دیکھتی رہی۔ اور پھر بولی۔

"نامُمکن ہے تو بدنصیب پھر سُن لے"۔

"آج سے بیس سال پہلے جب میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھی۔ تو وہ رو رو کر خدائے تعالےٰ سے دُعائیں مانگا کرتی تھی۔ کہ اُس کے ہاں لڑکا نہ ہو لڑکی ہو۔ اُسے لڑکیوں سے محبت تھی۔ اور وہ سمجھتی تھی۔ کہ ماں باپ سے جیسی محبت ایک لڑکی کر سکتی ہے۔ لڑکا نہیں کر سکتا!

"میری ماں کی دُعائیں خُدا نے سُن لیں۔ اور اُس کے ہاں میں پیدا ہُوئی۔ میری ماں کی خُوشی کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ خزانوں کے منہ کھول دِئے گئے۔ دِنوں خیر خیرات کا سلسلہ جاری رہا۔ کنگال نہال کر دئے گئے۔ مگر میری ماں اِس خوشی میں کوئی یادگار بھی قائم کرنا چاہتی تھی۔ جس پہاڑی پر یہ محل بنا ہے۔ اِس کے قدموں میں دریا کے کنارے اُس نے

ایک شہر آباد کرنے کی نیّت کی۔

"دریا کے پرلی طرف ایک دَلدَل ہے۔ جس میں مُدّتوں سے ایک جن سرد مہر نامی رہتا ہے۔ یہ جن عام طور سے کبھی دریا کے اِس طرف تو نہ آتا تھا۔ لیکن اگر کوئی بھولا بھٹکا اِنسان دریا کے پرلی طرف اُس کے ٹھکانے پر جا نکلتا۔ تو اُسے ایسی سخت سزا دیتا۔ کہ وہ انسان کسی طرح جانبر نہ ہوتا تھا۔

"لوگوں نے میری ماں ملکہ کو سمجھایا۔ کہ سرد مہر کے ٹھکانے کے اس قدر قریب شہر آباد کرنے کا خیال ترک کر ڈالے۔ مگر میری ماں کو شہر آباد کرنے کے لئے منظر کی خوبصورتی کے اعتبار سے وہ جگہ اس قدر مرغوب تھی کہ اُس وقت اُس نے کسی کی رائے کو نہ سُنا اور کہا۔ کہ ہم دریا کے پرلی طرف جانے کی سب کو ممانعت کر دینگے۔

"چنانچہ بڑے بڑے ماہر معماروں اور کاریگروں کو بُلا کر کروڑوں روپے سے یہ خُوبصورت شہر آباد کیا گیا۔ جو اس پہاڑ کے قدموں میں کچھ دُور پھیلا ہُوا نظر آتا ہے۔ اس میں رہنے والوں

Taj Tahir Foundation

کے لئے ایسی راحتیں اور آسائشیں مُہیّا کی گئیں کہ دُور دُور سے لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر یہاں آنے اور آباد ہونے لگے ۔

یہ شہر جس پر اب ویرانی اور نحوست برس رہی ہے ۔ ایک روز اپنی رونقوں کے باعث مرجعِ خلائق بنا ہُوا تھا ۔ اس کے بازاروں میں کھوے سے کھوا چھلتا تھا ۔ گھروں سے خوشی کے قہقہوں کی آوازیں آتی تھیں ۔ میری ماں نے میرے نام پر اِس شہر کا نام ریبان قرار دیا تھا ۔

"لیکن اُسے آباد ہوئے ایک برس بھی نہ گزرا تھا ۔ کہ ایک ایسی شدّت کی برسات ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے ۔ دریا اور ندیاں اپنے بند توڑ نکلے ۔ اور سیلاب سے دور دور تک زمین پانی کی ایک چادر نظر آنے لگی ۔

"ان ہی دنوں نہ جانے کہاں سے بندروں کی ایک فوج درختوں ہی درختوں پر سے ہوتی ہوئی کہیں سرد مِہر کے ٹھکانے کی طرف آ نکلی ۔ غالباً جہاں یہ بندر رہتے تھے ۔ وہاں زمین پر پانی پھیل گیا تھا ۔ غذا کی تلاش میں وہ اپنا

مسکن چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے ۔ سرد مِہر اپنی عملداری میں کسی کی مداخلت بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا ۔ اُس نے ان بندروں پر ایسا افسوں پڑھ کر پھونکا ۔ کہ اُن میں ایک خوفناک وبا پھیل گئی ۔ وبا کے اثر سے بے بس ہو کر بندر پانی میں گر پڑتے ۔ اور ہر روز لہریں سینکڑوں مُردہ اور نیم مردہ بندروں کو بہا بہا کر ریبان کے کنارے پر لے آتیں ۔

"کبھی کسی کمسن بچّے کو نیم مُردہ بندر دریا کے کنارے مِل جاتا ۔ تو وہ اُسے اُٹھا کر گھر میں لے آتا ۔ اور کوشش کرتا ۔ کہ تیمارداری کر کے اُسے تندرست کرے ۔

شُدہ شُدہ اس کی خبر سرد مہر کو بھی مِل گئی ۔ کہ پار کے لوگ اُس کے سزا یافتوں کو پال رہے ہیں ۔ نہ معلوم کس نے اُسے خبر دی ۔ اور کن لفظوں میں کیا سِکھایا پڑھایا ۔ کہ سرد مہر آگ بگولا ہو گیا ۔ اور اُس نے ریبان پر بھی اپنی لعنت کا افسوں پھونکنا شروع کر دیا ۔

سیلاب اُترنے کے بعد جب دُھوپ نے زمین

Taj Tahir Foundation

کو خشک کر دیا۔ تو سرد مہر بلاتکلّف ریتان میں
آنے جانے اور یہاں کے لوگوں سے انتقام لینے
لگا۔ بچّے بوڑھے کسی کو بھی امان نہ تھی۔ راتوں کو
سرد مہر آتا۔ اور جس جس گھر میں سے گزرتا۔ اُس
پر تباہی کے منتر پڑھ جاتا + اُس گھر کے رہنے
والے یک لخت پاگل سے ہو جاتے۔ ان پر ایک
لرزش سی طاری ہو جاتی۔ اور وہ بار بار سرد مہر
کا نام لیتے۔ اور پھر اُن کے خون میں ایک
آگ سی پھیل جاتی +

"تھوڑے ہی عرصے میں شہر کی یہ حالت
ہو گئی۔ کہ بیماروں کی خبر لینے کو کوئی تندرست
نہ بچا + جو تھا وہ سرد مہر کے انتقام کا شکار
تھا۔ بازار ویران ہو گئے۔ مکان اُجڑ گئے۔ تمام
شہر لاشوں سے بھر گیا۔ جنہیں دفن کرنے کے لئے
فوج باہر سے بلائی گئی۔ اور یہ ہنستا چمکتا شہر
چند ہی مہینوں میں ایک ویرانہ بن گیا "

"شہر کے برباد ہونے سے میری ماں کو
اتنا صدمہ پہنچا۔ کہ وہ خود بیمار پڑ گئی + جو
طبیب بھی اُس کے علاج کو بلایا جاتا۔ وہ اِس

سے کہتی۔ کہ میری فکر نہ کرو۔ میرے شہر کے
مُصیبت زدوں کا علاج کر کے انہیں صحت بخشو۔
لیکن کسی کے کئے کچھ نہ بنتا تھا +

"میری ماں اِس غم میں دُنیا سے سفر کر گئی۔
مرتے وقت اُس نے میرے باپ بادشاہ سے کہا۔
کہ مجھے قبر میں بھی یہ غم ستاتا رہیگا۔ کہ میرا
بنایا ہوا شہر آباد نہ ہو سکا۔ اور مُصیبتوں کا شکار
بن گیا + میری روح کی خوشی کے لئے تم اس پر
سے سرد مہر کی لعنت دُور کر کے اُسے آباد کرنے
کی کوشش ضرور کرنا +

"اُس وقت سے بادشاہ اِس کوشش میں مصروف
ہے۔ کہ یہ شہر پھر کسی طرح ویسا ہی آباد ہو جائے۔
جیسا شروع میں ہُوا تھا۔ لیکن اُسے کوئی خاص
کامیابی نہیں ہوئی + بڑے بڑے طبیبوں اور عاملوں
اور داناؤں اور سیاحوں کو بُلا کر مشورہ کر چُکا ہے۔
اُن کے کہنے پر سرد مہر کی خوشنودی حاصل کرنے
کے لئے سال میں کئی بار۔ نذر کے طور پر جانور
اور زر و جواہر دریا پار سرد مہر کو بھجواتا ہے۔
لیکن اس سب کا اثر صرف اتنا ہے۔ کہ سرد مہر

Taj Tahir Foundation

رینان میں زیادہ نہیں آتا جاتا۔ سال میں صرف ایک دو بار آتا ہے۔ لیکن اُس کا ایک دو بار آنا ہی یہاں کا تختہ پلٹ دینے کے لئے کافی ہوتا ہے ؛

"مَیں نے جب ہوش سنبھالا۔ تو مجھے اپنی ماں کے حالات معلوم ہوئے۔ جو مجھے دُودھ پیتا ہی چھوڑ کر خُدا کو پیاری ہوگئی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ اُسے مجھ سے کس قدر محبت تھی۔ اور یہ بھی کہ اِس شہر کو آباد دیکھنے کی حسرت وہ اپنے ساتھ قبر میں لے گئی ؛

"جب مَیں سولہ سال کی ہوئی۔ اور میرے لئے رِشتہ کے پیغام آنے لگے۔ تو ان دنوں اپنی مرحوم ماں کی ناتمام آرزو کا خیال کرکے مَیں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ میں اُس شخص سے شادی کرونگی۔ جو سرد مہر کی لعنت دُور کرکے میری ماں کے اُجڑے ہوئے شہر کو پھر آباد کریگا ؛"

"مَیں نے اُمیدواروں کے آنے کے لئے وہی زمانہ مُقرر کیا ہے۔ جن دنوں سرد مہر رینان میں آتا جاتا ہے۔ مگر وہ ہر ایک کو دِکھائی نہیں دیتا۔

جو لوگ اُس کے انتقام کا شکار ہوتے ہیں۔ اُن میں ہی سے بعض اُسے دیکھ سکتے ہیں ؛

"چار سال سے دُور دُور کے شہزادے میری آرزو میں یہاں آتے اور مجھ سے میری شرط سُنتے ہیں۔ مَیں اپنی شرط بتا کر اُنہیں شہر میں بھیج دیتی ہوں۔ جہاں اُنہیں رہنا ہوتا اور صُلح صفائی کی بات چیت یا لڑائی کرکے سرد مہر سے شہر کو نجات دلانے کی تدبیر نکالنی ہوتی ہے ؛

"اس کے لئے ضروری تین باتیں ہیں۔ ایک تو وہ اس شہر میں مہینہ بھر رہ کر سرد مہر سے بچے رہیں۔ دوسرے ایسی تدبیر نکالیں۔ کہ جو لوگ سرد مہر کے انتقام کا شکار ہوئے۔ وہ اس سے نجات پا جائیں۔ اور تیسرے آیندہ کوئی نیا آدمی اُس کے پنجے میں گرفتار نہ ہو سکے ؛

"ہر شہزادہ مجھ سے یہ شرطیں سننے کے بعد شہر میں اس نیت سے جاتا ہے۔ کہ سرد مہر سے لڑ کر اُسے تمام کر آئیگا۔ لیکن چند ہی دن کے اندر وہ خُود سرد مہر کے انتقام کا شکار ہو جاتا اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے ڈالتا ہے"؛

Taj Tahir Foundation

یہ کہہ کر شہزادی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور وہ تکیے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ زرتاش اٹھ کر اُس کے قریب جا کھڑا ہوُا۔ اور بولا۔ "شہزادی! تُم کیوں اس قدر بے قرار ہو"؟

شہزادی نے کہا۔ "مجھے صدمہ ہوتا ہے۔ کہ چند ہی روز میں سرد مہر تم کو بھی تمام کر ڈالیگا۔ بیماری کی لرزشیں تُمہارے خُون کو سُکھا کر تمہیں زرد اور ایک آسیب کی طرح بھیانک بنا ڈالینگی۔ اور سوکھ کر تم تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس دُنیا سے سفر کر جاؤ گے"۔

زرتاش ایک سوچ میں پڑ گیا۔ اور کچھ دیر غور کے بعد بولا۔ "شہزادی مجھے اُمید نہ تھی۔ تُمہاری شادی کی شرط یہ ہوگی۔ لیکن اسے سُن کر بھی میرا حوصلہ پست نہیں ہوُا۔ انسان ہراساں نہ ہو جائے۔ تو کوئی مُشکل نہیں جو آسان نہ ہو سکے۔ لو اب مجھے رُخصت کرو۔ اور دُعا مانگو۔ کہ خُدا میرے ہی ہاتھ سے سرد مہر کا کام تمام کرے۔ اور اُس ویرانے کو زندگی اور رونق بخش دے"۔

شہزادی نے سر اُٹھا کر زرتاش کا چہرہ دیکھا اُس کے خوُبصورت چہرے پر ایک ایسا عزم و استقلال برس رہا تھا۔ کہ دل بے اختیار کہہ اُٹھا کہ تقدیر نے آخر اُس شخص کو تیرے پاس بھیج دیا۔ جو تیری مُراد پوری کر سکتا ہے۔ قریب ہی ایک طشت میں موتیوں کا ایک ہار پڑا تھا۔ شہزادی نے اُٹھ کر وہ ہار زرتاش کے گلے میں ڈال دیا اور بولی۔ "رات کو اگر رینان کی تنہائی اور وحشت سے تم اُکتا جاؤ۔ تو چھت پر چڑھ کر میرے محل کی طرف دیکھنا۔ میرے دریچے میں تُمہارے لئے ایک شمع جل رہی ہوگی۔ خدا تمہیں کامیابی بخشے"۔

زرتاش نے جُھک کر شہزادی کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگایا۔ اور اُلٹے پاؤں باہر نکل گیا شہزادی مسحور سی ہو کر اُسے رُخصت ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اور اُس کا دل اپنے پوُرے صدق اور خلوص سے اُس کی کامیابی کی دعائیں اللہ تعالے سے مانگ رہا تھا۔

Taj Tahir Foundation

وبا کا شہر

شہزادہ محل سے باہر نکلا۔ تو دروازے پر اُس کا رفیق زمرہ مَوجُود تھا۔ زرتاش کے باہر آتے ہی زمرہ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ اور بولا۔ "مَیں نے یہاں کے سپاہیوں سے خوفناک واقعات سُنے ہیں"۔

زرتاش نے پُوچھا۔ "کیا"؟

زمرہ بولا۔ "ہمیں رِینان میں جا کر ایسے جن کا مُقابلہ کرنا ہوگا۔ جسے اِنسان کی آنکھ دیکھنے سے عاجز رہتی ہے"۔

زرتاش سوچ میں سامنے تکتے ہُوئے بولا۔ "میری تلوار ہوا کو بھی کاٹ سکتی ہے۔ مَیں جن کے مُقابلے سے خوف نہیں کھاتا"۔

زمرہ نے کہا۔ "اور اگر جن خود تُمہارے اندر گُھس گیا۔ تو کیا اپنے آپ کو بھی کاٹ کر رکھ دو گے"؟

زرتاش مُسکرا کر بولا۔ "اپنے آپ کو نہیں تو کم از کم تُم کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دونگا اگر جن تمہیں تُمہارے اندر گُھس گیا"؟

سپاہیوں کی ایک ٹولی ادب سے زرتاش کے پاس آئی۔ اور بولی۔ "شہزادۂ عالی وقار! آپ کو اِسی وقت رِینان روانہ ہو جانا ہے"۔

زرتاش بولا۔ "میں تیّار ہوں"۔

زمرہ نے پُوچھا۔ "اور میرا کیا ہوگا"؟

زرتاش نے کہا۔ "تُم یہیں ٹھہر سکتے ہو۔ یا چاہو۔ تو میری طرف سے تمہیں واپس چلے جانے کی اجازت ہے"۔

زمرہ ذرا دیر خاموش رہا۔ ایک طرف نامعلوم خطرات کا مُقابلہ تھا۔ اور دوسری طرف بچپن کے رفیق عزیز سے مُفارقت کا خیال۔ طے نہ کر سکتا تھا۔ کہ کیا کرے؟ زرتاش اُس کے جواب کے انتظار میں چُپ چاپ کھڑا تھا۔ کہ ایک سپاہی بولا۔ "شہزادے شام کا اندھیرا پھیلنے کے قریب ہے۔ ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیے"۔

زرتاش نے زمرہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "زمرہ

Taj Tahir Foundation

بَس اگر اِس خطرے میں پڑ رہا ہوں۔ تو
اپنی ایک آرزو کی خاطر۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ تُم
بلا وجہ ایک ایسے مقام میں میرے ساتھ چلو۔
جہاں سے کوئی صحیح سلامت واپس نہیں آ سکتا"؛

یہ کہہ کر زرتاش نے اُسے سینے سے لگا لیا
اور پھر جُدا کر کے الوداع بولا اور رُخصت ہونے
کے لئے یک لخت مُڑ گیا + لیکن زمرہ دَوڑ کر
اُس سے لپٹ گیا۔ اور بولا۔" اگر تمہیں رینا کی
محبّت اِس خطرے میں پڑنے پر آمادہ کر سکتی
ہے۔ تو کیا تمہاری محبت مجھے آمادہ نہیں کر
سکتی ؟ میں تُمہارے ساتھ جاؤُنگا"!

زرتاش نے کہا۔" تمہیں مجھُ سے محبّت ہے تو
مجھے بھی تم سے محبت ہے۔ میری محبّت کو یہ
کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ کہ ایک رفیق عزیز کو
موت کے مُنہ میں لے جائے"؛

زمرہ نے شاہزادے کا ہاتھ مضبوط پکڑ رکھا تھا۔
بولا۔" دوست کے لئے آنسُو بہانے سے یہ بہت
بہتر ہے۔ کہ دوست کے ساتھ انسان موت کا
شکار ہو جائے"؛

زرتاش نے روکنے کی بہت کوشش کی۔
لیکن وہ کسی طرح نہ مانا۔ اِدھر سپاہیوں کا اصرار
دم بدم بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ شام کے اندھیرے
کے بعد ربنان میں داخل ہونے سے وہ خود خائف
تھے۔ مجبوراً زرتاش کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اور
اُس کے اَور سپاہیوں کے ساتھ زمرہ بھی سینہ سپر
ہو کر رینان کی طرف روانہ ہو گیا ؛

ایک ہِرتا پھِرتا راستہ پہاڑی سے شہر کی
طرف اُترتا تھا۔ پہاڑی کی ڈھلوان پر نیا شہر
آباد ہو چُکا تھا۔ جو وبا سے محفوظ تھا۔ سپاہی
زرتاش کو لے کر ایک ایسے راستے سے ربنان
روانہ ہوئے۔ جس پر لوگوں کی آمد و رفت نہ
تھی۔ اور اونچے اونچے عظیمُ الجُثّہ درخت سڑک
پر لمبے لمبے اور اُداس سائے ڈال رہے تھے +
پتھریلی سڑک پر اس مُختصر سی جماعت کے قدموں
کی آواز راستہ کی ویرانی کا اثر اَور بھی زیادہ کر
رہی تھی +

زرتاش خیالوں میں کھویا ہُوا تھا۔ زمرہ
بے چین نظر آتا تھا۔ اور بار بار سپاہیوں سے

Taj Tahir Foundation

ریناں کے مُتعلّق کوئی نہ کوئی سوال کر رہا تھا۔
جس کا جواب سپاہی دانستہ یا مصلحتاً بہت مختصر
دیتے تھے۔

آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد آخرکار وہ ریناں
کے شاہی دروازے پر پہُنچ گئے۔ دروازے کے
پٹ بند تھے۔ اور اُس کا سُنہری پینٹر کا کام
وقت اور غفلت کے ہاتھوں سیاہ پڑ چکا تھا۔
سپاہیوں نے رل کر دروازے کے پٹ دھکیلے۔
زور سے کراہنے کی آواز کے ساتھ بادلِ ناخواستہ
پٹ کھُل گئے۔

مرکزی بازار کی وسیع سڑک سیدھی دور تک
چلی گئی تھی۔ جب شہر آباد تھا۔ تو یہ سڑک شور
و غل اور رنگ و ہنگامہ کا نہ جانے کیسا بارونق
منظر پیش کرتی ہوگی۔ اس وقت وہاں کے دو منزلے
اور سہ منزلے کائی کی تہوں سے ڈھکے ہُو کے
عالم میں سُنسان کھڑے تھے۔ شکستہ سڑک کے
گڑھے پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ دُکانوں کے
پٹ کہیں کھُلے ہُوئے تھے۔ کہیں بھڑے ہوئے۔
کِسی کِسی دُکان پر ایک مدّھم سے چراغ کی روشنی

میں ایک دُبلا پتلا اور زرد رُو دُکان دار بیٹھا
اُونگھ سا رہا تھا۔ کہیں کہیں کوئی اکیلا راہ گیر
کمزور قدم آہستہ آہستہ اُٹھائے چپ چاپ چلا
جا رہا تھا۔ کوئی آواز نہ تھی۔ طائروں کی ٹولیاں جو
شام کے اندھیرے میں کہیں بسیرا لینے جا رہی
تھیں۔ البتّہ اداس آسمان پر پَر پھڑپھڑاتی ہُوئی
چلی جا رہی تھیں۔

زرتاش نے اِس اُداس اور وحشت ناک منظر
کا جائزہ لے کر ہمراہی سپاہیوں سے پوچھا "اِس
شہر میں لوگ نہیں رہتے"؟

سپاہی ذرا دیر چپ رہے۔ آخر اُن میں سے ایک
بولا۔ "جن کے مکان۔ جائداد۔ بن اور کار و بار ہیں
وہ یہاں رہتے ہیں۔ لیکن مُردوں سے بدتر
زندگی بسر کر رہے ہیں۔ شہزادی کے حاصل
کرنے کو جو اُمیدوار آئے۔ اُن میں سے جو
زندہ ہیں۔ وہ بھی یہیں موجود ہیں۔ اور بیماری
کے کرب میں اپنی موت کا رستہ دیکھ رہے ہیں"۔
زمرد کھڑا کھڑا کانپ اُٹھا۔ بولا۔ "اُن کی خبر لینے
کو کوئی شخص مُقرّر نہیں"؟

Taj Tahir Foundation

ایک سپاہی نے جواب دیا۔ "ہر روز صبح کو محافظ انہیں دیکھنے اور اُن کے لئے غذا بہم پہنچانے جاتے ہیں"۔

زمرہ نے ہمّت کر کے پھر سوال کیا۔ "اور اُن کے ساتھ کوئی شخص نہیں رہتا"؟

سپاہی بولا۔ "اگر سب لوگ سرد مہر کے انتقام کا شکار بنے بغیر یہاں رہ سکتے۔ تو پھر رونا کاہے کا تھا۔ جو نوجوان اس آزمایش میں پڑنے کی ہمّت کرتے ہیں۔ وہ اپنی خوشی سے یہاں چھوڑے جاتے ہیں۔ اِس کے بعد وہ جانیں اور اُن کا کام۔ محافظوں کا فرض صرف اِتنا ہے۔ کہ جب تک وہ زندہ رہیں۔ اُن کے لئے کھانا پانی یہاں لاتے رہیں۔ اور جب تمام ہو جائیں۔ تو اُن کو دفن کر دیں۔ اور اپنی فہرست میں سے اُن کا نام کاٹ ڈالیں"۔

زرتاش نے پُوچھا۔ "ہمیں ٹھہرنا کہاں ہوگا"؟

سپاہی نے کہا۔ "شاہی مہمان خانے فرش فروش سے آراستہ ہیں۔ اُن میں سے ایک آپ کے لئے منتخب کر کے تیار کیا جا چکا ہے"۔

یہ کہ کر سپاہی آگے چل کھڑے ہوئے۔ اور زرتاش اور زمرہ بھی اُن کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

شام کے دُھندلکے میں سُنسان بازار اور ویران مکان ایک بھیانک خواب کا نظارہ پیش کر رہے تھے۔ کہیں کہیں کِسی اُداس چراغ کی روشنی نظر آ جاتی تھی۔ جس سے منظر اَور بھی وحشت ناک معلوم ہونے لگتا تھا۔ کِسی کِسی مکان سے کمزور اَور بُجھی ہوئی آوازیں بھی سُنائی دے جاتی تھیں۔ مُسلسل بند دروازے اور بند کھڑکیاں دیکھ کر خیال ہوتا تھا۔ جیسے شیاطین اندر سے کُنڈیاں لگائے مکانوں میں ہاتھ پاؤں پسارے پڑے ہیں۔ کُھلے ہُوئے پٹوں میں سے تاریکی نے مُنہ پھاڑ رکھا تھا۔ شام کے اندھیرے میں تمام منظر ایک جنّاتی افسوں میں کھویا ہُوا دکھائی دے رہا تھا۔

جگہ جگہ چوراہوں پر سے یہ ٹولی بڑے بازار کو چھوڑ کر ساتھ کے راہوں اور گلیوں میں مُڑتی چلی جا رہی تھی۔ ہر موڑ ویرانی کا ایک نیا نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش کر رہا تھا۔ آخر یہ شہر کے اُس حصّے میں پُہنچ گئے۔ جہاں شاہی مہمان خانوں

Taj Tahir Foundation

کی عمارتیں تھیں ۔

وہاں ایک حویلی کے سامنے سے گزرتے ہوئے یک لخت زرتاش اور زمرہ کے قدم رُک گئے ۔ اُس کے اندر سے کراہنے کی ایسی آواز آ رہی تھی۔ جیسے کسی شخص کا گلا گھٹ رہا ہو۔ اور وہ بڑی مشکل سے اپنے دردناک اور لمبے لمبے سانس نکالنے کی کوشش کر رہا ہو۔ زرتاش نے چونک کر پوچھا۔ ”یہاں کون ہے؟“

ایک سپاہی لاپروائی سے آگے بڑھتا ہوا بولا۔ ”یہ اُمیدوار آج سے ایک مہینہ پہلے یہاں آیا تھا۔ سرد مہر کے ہاتھوں اب اپنی زندگی کے آخری سانس پورے کر رہا ہے“۔

زمرہ کی آنکھوں میں خوف کے آثار پیدا ہوئے۔ زرتاش بولا۔ ”میں اِس شخص کے پاس جانا چاہتا ہوں“۔

زمرہ نے زرتاش کا ہاتھ پکڑ کر اُسے روک لیا۔ اُدھر سپاہی بولے۔ ”شہزادے! چراغ میں بتی پڑنے سے پہلے ہمیں یہاں سے رخصت ہو جانا چاہئے۔ اِس وقت آپ یہاں نہیں جا سکتے“۔

خاموشی کی ہیبت ناک اُداسی میں یہ ٹولی آگے بڑھ گئی۔ لیکن سَو دو سَو قدم چل کر زرتاش پھر رُک جانے پر مجبور ہو گیا۔ ایک حویلی کے نیم وا دروازے میں سے ایسی آواز آ رہی تھی۔ جیسے شدید سردی کے مارے کوئی شخص اکڑا جا رہا ہو۔ اُس کے دانت بج رہے ہوں اور بے اختیاری کی کیفیت میں سُو سُو کر رہا ہو۔

سپاہیوں نے زرتاش کے سوال کرنے سے پہلے کہہ دیا۔ ”یہ شخص پچھلے ہی ہفتے اِس مہمان خانہ میں اُتارا گیا تھا۔ سرد مہر اس پر اپنا افسوں پھونک چکا ہے۔ لیکن وقت اس قدر کم ہے۔ کہ آپ اس کو بھی نہیں دیکھ سکتے“۔

Taj Tahir Foundation

مہمان خانہ

ایک دوسری گلی کے کونے پر پہنچ کر آخر یہ ٹولی رُک گئی - وہاں ایک عالی شان حویلی کا پھاٹک کھُلا ہوا تھا - سب اُس کے اندر داخل ہو گئے - اندر محافظ موجود تھے - جنہوں نے حکم ملتے ہی پہلے سے حویلی کو جھاڑ پونچھ کر وہاں ضروریات کی تمام چیزیں فراہم کر دی تھیں ۔

سنگ مرمر کے فرش والے صحن کے چاروں طرف بڑے بڑے برآمدے اور اُن کے پیچھے بڑے بڑے کمرے تھے - اور اوپر نیچے اِن کمروں کا سلسلہ تین منزلوں تک چلا گیا تھا - نچلی منزل کے کمرے شہزادے کے قیام کے لئے درست کر دیئے گئے تھے ۔

زرتاش ایک کمرے میں داخل ہوا - تو محافظ نے چراغ روشن کر دیئے - جھاڑ فانوسوں کی روشنی میں زرتاش نے دیکھا - کہ کمرہ اطلسی پردوں -

نرم قالینوں اور جواہر نگار مسندوں سے دُلھن بنا ہُوا ہے - شہزادے کو بتایا گیا - کہ آپ کو اِس کمرے کی زیادہ ضرورت تو نہ پڑیگی - لیکن آئینِ مہماں نوازی کے مدِ نظر ضرورت کے تمام کمرے آراستہ ہیں "۔

دوسرے پہلو کے آراستہ پیراستہ کمرے میں جڑاؤ پایوں کے چھپر کھٹوں پر اطلس اور کمخاب کے بھاری خوش رنگ لحاف رکھے تھے - اس کمرے میں پہنچ کر سپاہیوں نے کہا - " خدا نہ کرے! لیکن اِس شہر کی زندگی میں آپ کا واسطہ زیادہ تر اِسی کمرے سے رہیگا "۔

اس کے بعد سپاہیوں نے زرتاش کو بتایا - کہ ساتھ کے کمرے میں کھانے پینے کی تمام چیزیں چُن دی گئی ہیں - ہر روز تازہ کھانے یا جس شئے کی خاص رغبت ہوگی - وہ برابر پہنچتی رہیگی - اور اس کے بعد بغیر کوئی اور تفصیل بیان کئے سپاہی اور محافظ یہ کہ کر حویلی سے نکل گئے - کہ چراغ میں بتی پڑ گئی ہے - اور زیادہ عرصہ ٹھیرنا خود اُن کے لئے خطرناک ہو سکتا

Taj Tahir Foundation

ہے ۔

زرتاش اور زمرہ پریشانی کے عالم میں تنہا ایک دوسرے کا مُنہ تکتے رہ گئے ۔

سپاہیوں کے رخصت ہوتے ہی اُس ویرانہ کی تنہائی اور وحشت جیسے ایک بوجھ کی طرح اُن کی روح پر مُسلّط ہوگئی۔ دیر تک وُہ چُپ چاپ رہے۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ کیا بولیں اور کیا کہیں۔ کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ کیا واقعات رُونما ہونے والے ہیں۔ اور کن حادثات سے ان کا سابقہ پڑنے والا ہے!

آخر سُست اور اداس قدموں سے چل کر وہ دیوان خانہ میں آئے۔ اور اسی طرح چپ چاپ واقعات کے انتظار میں تلواروں پر ہاتھ رکھے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد زمرہ بولا "اتنا بھی تو معلوم نہیں۔ کہ جن حملہ آور کیونکر ہوتا ہے۔ وہ ہمیں نظر بھی نہ آیا اور اپنا کام کر گیا۔ تو کیا ہوگا"؟

زرتاش نے ایک آہ بھر کر کہا "اب تو جو ہو۔ اس کے سوا چارہ نہیں۔ کہ ہم ہر وقت

چوکنے بیٹھے رہیں ۔

زمرہ نے کہا "لیکن آخر کب تک بیٹھینگے؟ تکان غافل کر دیگی۔ اور نہ معلوم غفلت میں کیا ہو جائے"۔

زرتاش کچھ دیر چُپ چاپ بیٹھا رہا۔ پھر بولا "چلو باہر چلیں۔ جو دوسرے شہزادے سردمہر سے مغلوب ہو چکے ہیں۔ اُن سے حالات پُوچھیں"۔

زمرہ نے جلدی سے کہا "یہ ہی نہ کرنا۔ میں سپاہیوں سے سُن چُکا ہوں۔ کہ جو لوگ سردمہر کے انتقام کا شکار ہو چکے ہیں۔ اگر کوئی اُن کے پاس جائے۔ اور ٹھیرے اور سردمہر کے حالات پُوچھے۔ تو کسی جادُو کے زور سے فوراً سردمہر کو خبر ہو جاتی ہے۔ اور وہ اُسی وقت اُن کے درپے ہو جاتا ہے۔ زندگی ہے تو یہ تحقیق کی باتیں دن کی روشنی میں کرنا۔ اس وقت چُپکے بیٹھے رہنے کے سوا چارہ نہیں"۔

تنہائی اور دہشت زرتاش کو افسردہ بنا رہی تھی۔ اُس نے رینا کا خوبصورت چہرہ یاد کرکے

Taj Tahir Foundation

دل کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ اچانک اُسے یاد آیا۔ کہ رینا نے اس کے لئے رات کے اندھیرے میں اپنی دریچی میں ایک شمع جلانے کا وعدہ کیا تھا۔ بولا۔" زمرہ اُٹھو اوپر چلیں"!

زمرہ نے اُٹھنے میں تامّل کیا۔ زرتاش کے اصرار پر بولا۔" اُوپر سے کسی جن نے یک لخت دھکّا دے کر نیچے گرا دیا تو"؟

زرتاش بولا۔"عقل ماری گئی ہے۔ ایسی احتیاطوں سے کام لینا شروع کیا۔ تو موت سے پہلے ہی زندگی موت سے بدتر بن جائیگی۔ موت کا وقت جو مُقرّر ہے۔ ٹل نہیں سکتا۔ ہمارے لئے اِس کے سوا چارہ نہیں۔ کہ اپنی طرف سے جہاں تک ہو سکے۔ احتیاط اور تدبیر سے کام لیں"۔

یہ کہہ کر زرتاش زینہ کی طرف لپکا۔ زمرہ تنہا رہ جانے سے گھبرایا۔ اور جھٹ اُٹھ کر اس کے پیچھے روانہ ہوُا۔ دونو جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلے گئے۔

چھت پر ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ تازہ ہوُا

کے سانس لے کر اُنھوں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ سامنے پہاڑی پر محل تصویر کی طرح نظر آ رہا تھا۔ غور سے نگاہ ڈالی۔ تو اُس کے اُوپر کے ایک دریچے میں ایک شمع جُگنو کی طرح چمک رہی تھی۔ زرتاش بولا۔" وہ دیکھو"!

زمرہ اُس طرف دیکھنے لگا۔

زرتاش بولا۔"اِس آزمایش میں اُمید کی یہ روشنی میری رہنمائی کریگی۔ صرف یہ خیال کہ رینا کے جھروکے میں میرے لئے ایک روشنی موجود ہے۔ مجھے بڑی سے بڑی مُشکل کا مُقابلہ کرنے کو آمادہ کر دیگا"۔

زرتاش آنکھوں میں محبت کا لوچ لئے شمع کو دیکھ رہا تھا۔ اور زمرہ اِدھر اُدھر اس ویرانہ پر نظر ڈال رہا تھا۔

ہر طرف قبرستان کی سی خاموشی تھی۔ اُونچے اُونچے مکانوں کے درمیان راستے اور گلیاں تاریکی کی نہروں کی طرح لہریں مار رہی تھیں۔ چمگادڑیں اندھیرے میں بے تابی سے پر پھڑپھڑا رہی تھیں۔ کبھی کبھی کسی اُلّو کی بھاری بھرکم آواز بھی سُنائی

Taj Tahir Foundation

دے جاتی تھی + یہ خیال دہشت پیدا کرتا تھا۔ کہ اس شہر کے بے شمار بسنے والے اپنے بال بچوں سمیت موت کے گھاٹ اُتر چکے ہیں۔ اور اپنے عالی شان مکانوں کو اُلوؤں اور چمگادڑوں کے لئے ویران چھوڑ گئے ہیں +

زمرہ نے دہشت سے گھبرا کر زرتاش سے کہا۔ "نیچے چلو۔ یہاں کے منظر سے میرا دم اُلجھتا ہے" +

زرتاش نے بھی زیادہ توقف مناسب نہ سمجھا۔ دونو نیچے اُتر آئے۔ اور ایک پس و پیش کے عالم میں دیوان خانہ میں آ کھڑے ہوئے + کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ کیا کریں؟ خاموشی سے اُکتا کر زرتاش نے کہا "کھانا کھا لیں"؟

زمرہ با دلِ ناخواستہ زرتاش کے پیچھے پیچھے اُس کمرے میں گیا۔ جہاں دستر خوان بچھا تھا + سونے چاندی کے بہت سے قاب پُر تکلف قاب پوشوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ اور شیشے کے خوشنما ظروف میں طرح طرح کے رنگین شربت اور پیالے دستر خوان پر چُنے ہوئے تھے +

قابوں کے ڈھکنے اُٹھا کر دیکھے۔ تو خوش رنگ کھانوں کی خوشبوئیں سونگھ کر طبیعت کو بے اندازہ فرحت حاصل ہوئی + زرتاش کی طبیعت پر سے اس ویرانے کی وحشت کا اثر دُور ہو گیا اور وہ چہک کر بولا۔ "ارے احمق۔ تو نے تو موت کے ڈر میں زندگی کو موت بنا لیا۔ آ دستر خوان پر بیٹھ۔ جو نعمتیں اللہ میاں نے بخشی ہیں۔ اُن سے لُطف اندوز ہو" +

زمرہ بیٹھ تو گیا۔ مگر سراسیمہ ہی نظر آتا تھا۔ بار بار چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگتا + زرتاش اس کی ہمت بندھانے کو ہنس رہا تھا۔ اور کھانوں کی قابیں اُس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ اور لطیفے اور دلچسپ واقعات بیان کر کے اُس کا خیال ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا +

زمرہ کھانا کھا رہا تھا۔ خوش ذائقہ کھانوں کی خوشبوئیں اُس کی بھوک بڑھا رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی خطرہ کے اندیشہ نے اُسے ایسا خائف سا کر رکھا تھا۔ کہ کھانے کے دَوران میں بھی چوکنا بیٹھا ہُوا تھا + ایک نوالہ مُنہ میں ڈالتا۔

Taj Tahir Foundation

اور تین چار دفعہ مڑ مڑ کر اِدھر اُدھر دیکھ لینا + پتہ کھڑکا اور بندہ بھڑکا کی کیفیت تھی ۔ کوئی خفیف سی بھی آواز آتی ۔ اور یہ چونک پڑتا ۔ اور اندیشہ ناک نظروں سے کان آواز پر لگا دیتا تھا +

زرتاش اس کی یہ کیفیت دیکھ رہا تھا ۔ اور اب اُس کے ڈر سے لطف اندوز ہونا شروع ہو گیا تھا ۔ سرپوش قاب پر رکھنا اور اُس کی آواز سے چونک کر زمرہ کو کہنا ۔ ”ہیں زمرہ یہ کیا“ ؟

زمرہ کو اُس کے یہ مذاق ناگوار گزر رہے تھے ۔ لیکن چپ چاپ سہما ہوا کھانا زہر مار کر رہا تھا + زرتاش بھی زیادہ دیر اُس کے خوف کا مذاق نہ اُڑا سکا ۔ اچانک ایک واقعہ ہوا ۔ جس نے اُسے زمرہ سے زیادہ سراسیمہ اور پریشان کر دیا +

بلّور کی ایک صُراحی میں سے پیالی میں اپنے لئے شربت اُنڈیل رہا تھا ۔ کہ اچانک ایک آواز سُن کر صُراحی اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر

گر پڑی ۔ چہرے پر سے ہنسی غائب ہو گئی ۔ اُس نے کان اُس آواز پر لگا دئے ۔ اور اُس کا ہاتھ بے اختیار اپنی تلوار پر چلا گیا + زمرہ ڈر کر اُس کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ کہ زرتاش بولا ۔ ”تم نے سُنا“ ؟

زمرہ نے چپ چاپ اور توجّہ سے آواز پر کان لگانے چاہے ۔ مگر اُسے کوئی آواز نہ سُنائی دی ۔ اور اُس نے آہستہ سے سر ہلا دیا +

Taj Tahir Foundation

پُر اسرار آوازیں

زرتاش اب تک کچھ سُننے میں مصروف تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ لیکن وہاں کچھ نہ تھا۔ یک لخت کھڑا ہوگیا۔ اُسے یوں اُٹھتا دیکھ کر زمرہ بھی لپک کر اُس کے پاس آ کھڑا ہُوا۔ اور بولا "کیا ہے"؟

زرتاش نے کہا "قہقہہ کی آواز"!

زمرہ نے پھر توجہ سے کام لیا۔ ہر طرف موت کی سی چپ چاپ تھی۔ آہستہ سے بولا۔ "مجھے کچھ سُنائی نہیں دیتا"۔

زرتاش نے جھٹ اُس کے مُنہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور کان ایک کونے کی طرف لگا دیئے۔ جہاں سے اُسے آوازیں آ رہی تھیں۔

زمرہ آنکھیں پھاڑے کونے کو تک رہا تھا۔ انتہائی توجہ سے کام لے کر کان آواز پر لگا رکھے تھے۔ مگر اُسے نہ کچھ سُنائی دیتا تھا اور نہ نظر آ رہا تھا+ مایوس ہو کر اُس نے نظر

زرتاش کے چہرے پر ڈالی۔ زرتاش کی کھلی ہُوئی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اب تک کچھ سُن رہا ہے۔

یک لخت زرتاش نے اپنے آپ کو زمرہ سے چھڑا لیا۔ اور تلوار کھینچ کر کمرے کے کونے کی طرف لپکا۔ آس پاس کے پردے ہٹا کر۔ قالین اُٹھا کر۔ سامان سرکا کر اپنے کسی پوشیدہ دشمن کو ڈھونڈنے لگا۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ زمرہ پُکار پکار کر اُس سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا ہے؟ کیا ہے؟ کون ہے؟ تم نے کیا سُنا"؟

مگر زرتاش چپ چاپ پاگلوں کی طرح تلاش میں مصروف تھا+ کوشش میں ناکام ہو کر وہ تھم گیا۔ اور کان پھر کسی آواز پر لگا دیئے۔ لیکن ذرا دیر بعد اُس کے چہرے سے ایسا ظاہر ہونے لگا۔ کہ اب وہ کوئی آواز نہیں سُن رہا+ اب اُس نے مُڑ کر زمرہ کو دیکھا۔ اور بولا۔ "یہاں کوئی تھا"۔

زمرہ نے پوچھا۔ "کون؟"

زرتاش بولا۔ "کیا معلوم کون؟ لیکن آوازیں

Taj Tahir Foundation

میں نے خود سُنی ہیں"۔

زمرہ نے دریافت کیا۔ "کیا آوازیں"؟

زرتاش جواب دیتا دیتا رُک گیا۔ مُڑ کر اپنی پُشت کی طرف دیکھا۔ جیسے پھر وہاں سے اُسے کوئی آواز سُنائی دے رہی ہے۔ ذرا دیر کان آواز پر لگائے دم بخود اِدھر تکتا رہا۔ پھر یک لخت اُدھر بڑھ کر اُس کونے کا تمام سامان تلپٹ کر ڈالا۔ لیکن وہاں سے بھی اُسے کوئی ایسی شئے نظر نہ آئی۔ جس کی اُسے توقّع تھی!

زمرہ کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔ سہما ہُوا کھڑا تھا۔ زرتاش نے اُس کی طرف توجّہ کی۔ اور بولا۔ "اِس کمرے میں سے مجھے پُراسرار آوازیں آ رہی ہیں"!

زمرہ نے تردُّد سے پُوچھا۔ "کچھ بتاؤ تو سہی کیسی آوازیں"؟

زرتاش نے کہا۔ "جب ہم کھانا کھا رہے تھے۔ تو پہلے ایک باریک آواز نے کہا۔ 'یہ کون؟' پھر دوسری آواز آئی۔ 'کوئی نیا شکار'! اس کے بعد پہلی آواز نے قہقہہ لگا کر کہا۔ 'شکار بھی

ایک نہیں دو دو'۔ اِس کے بعد دوسرا بولا۔ 'مگر یہ آئے کب'؟ پہلے نے کہا۔ 'ابھی آئے ہونگے۔ گھنٹہ بھر ہُوا میں یہاں سے گیا تھا'۔ دُوسرے نے پُوچھا۔ 'کہاں گئے تھے'؟ پہلا بولا۔ 'یہ اِس ساتھ کے مکان میں۔ بھوک لگ رہی تھی۔ وہاں کیلے اور تربوز کے چھلکے پڑے ہیں۔ میں نے کہا۔ ذرا پیٹ پُوجا کر آؤں'۔ اِس پر دوسری آواز بگڑ کر کہنے لگی۔ 'جب تمہیں پتہ تھا۔ کہ میں بھی یہاں موجود نہیں۔ تو تم باہر کیوں چلے گئے۔ ایک نہ ایک کو ہر وقت نوکری پر موجود رہنا چاہیئے'۔ اِس پر پہلا بولا۔ 'چلو ہُوا کیا۔ گھنٹہ بھر میں کیا بگڑ گیا۔ یہ شکار تو یہیں رہیگا۔ کہو تو ذرا ان کی خبر لُوں'۔ دُوسرے نے کہا۔ 'نہیں نہیں۔ یہ کام ہم مردوں کا نہیں۔ جاؤ بیگموں کو جا کر خبر دو۔ کہ تازہ شکار آ گیا ہے۔ فوراً پہنچیں'۔

زرتاش نے یہ گفتگو بتا کر کہا۔ "اتنا سُن کر میں اس کونے پر لپکا۔ تو دو تین بار یہ آوازیں آئیں۔ ارے یہ بدمعاش تو ہم پر ہی آ پڑا۔ اُڑ چلو۔ اُڑ چلو۔ پھر خاموشی سی چھا گئی۔ میں نے تم سے

Taj Tahir Foundation

بات شروع کی۔ تو پھر ایک آواز آئی۔ ارے کہاں چھپ گیا؟ باہر آ۔ کیوں خوف سے مرا جاتا ہے؟ جا کر بیگموں کو خبر دے۔ بہتیری بے چاری خون کی پیاسی پریشان بیٹھی ہونگی، مگر مَیں نے دیکھا۔ تو پھر کوئی نظر نہ آیا۔

زمرہ حیرانی سے یہ بیان سُن رہا تھا۔ سُن کر بولا۔ "مگر مجھے تو کوئی بھی آواز نہیں آئی"۔

زرتاش بولا۔ "خدا جانے کیا معمّا ہے؟ مَیں نے تو ایک ایک لفظ سُنا ہے"۔

زمرہ بولا۔ "تو پھر تمہاری سُننے کی قوّت مجھ سے بہت زیادہ تیز ہوگی۔ لیکن اِن باتوں سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس مکان میں ایسے جن ہیں۔ جو نظر نہیں آتے"۔

زرتاش نے کہا۔ "مَیں تو یہ باتیں سُن کر یہ سمجھتا ہوں۔ کہ یہاں کوئی پہرے دار مقرّر ہیں۔ کہ بیگموں کو نئے لوگوں کے آنے کی خبر دے دیا کریں اور وہ پہرے دار اب اُنہیں خبر ہی دینے کے لئے گئے ہیں"۔

زمرہ نے پوچھا۔ "بیگمیں کون"؟

زرتاش نے کہا۔ "اور کون ہوتیں۔ جنوں کی بیگمیں ہونگی"۔

زمرہ نے گھبرا کر کہا۔ "تو گویا وہ یہاں آ رہی ہیں"۔

زرتاش بولا۔ "جو باتیں سُنی ہیں۔ اُن سے تو یہی معلوم ہوتا ہے"۔

زمرہ نے تردّد سے کہا۔ "پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے"؟

زرتاش تلوار پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "تیار رہ کر ان کا انتظار کرنا چاہیئے"۔

زمرہ نے کہا۔ "اور اگر وہ بھی نظر نہ آئیں تو"؟

زرتاش بولا۔ "جو سر پر آئی۔ بھگتنی ہوگی"!

دونو تلواروں پر ہاتھ رکھے کچھ دیر ساکت کھڑے رہے۔ جب کوئی بات ظہور میں نہ آئی۔ تو زرتاش بولا۔ "چلو یہاں کھڑے رہنے سے کیا حاصل؟ دیوان خانہ میں چلیں"۔

دونو اُسی طرح تلواروں پر ہاتھ رکھے دیوان خانہ میں چلے گئے۔ اور وہاں خاموشی کے عالم میں چوکنے بیٹھ کر جنوں کی بیگموں کی راہ دیکھنے لگے۔

Taj Tahir Foundation

جنوں کی بیگمیں

زمرہ منتظر تھا۔ کہ شاید بجلی کی کڑک اور آندھی کی گرج کے ساتھ بیگمیں اُس حویلی میں داخل ہونگی۔ لیکن اس قسم کی کوئی صُورت پَیدا نہ ہوئی۔ اِنتظار کرکے ایک تھکان سی معلوم ہونے لگی۔ نامعلوم خطرات سے مُقابلہ کرنے کے خیال نے کئی گھنٹے سے اس قدر بے چین کر رکھا تھا۔ کہ تھک گئے تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ لیٹ کر کمر سیدھی کریں۔ مگر دھڑکا ایسا لگا تھا۔ کہ جُرات نہ ہوتی تھی۔

اُکتا کر زمرہ نے کہا۔ "اب تک کوئی نہیں آیا"؟

زرتاش بولا۔ "خدا معلوم کیا قِصّہ ہے"؟

زمرہ نے کہا۔ "یُونہی خیال میں تو وہ باتیں نہیں سُن بیٹھے تھے"؟

زرتاش بولا۔ "خیال میں ایک بات سُنتا۔ دو باتیں سُنتا۔ کہ مسلسل مکالمہ سُن لیتا"۔

زمرہ چپ ہو گیا۔ زرتاش تھک کر مسند پر

نیم دراز سا ہو گیا۔ لیکن ابھی اُس کے اعضا نے استراحت کی پُوری صورت اختیار بھی نہ کی تھی۔ کہ وہ پھر چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ اس کے چونکتے ہی زمرہ نے تلوار کھینچ لی۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ مگر اب پھر زرتاش کے کان کسی آواز پر لگے ہوئے تھے۔

اُسے مُسلسل آوازیں آ رہی تھیں۔

"کم بخت کہاں ہے شکار؟ خواہ مخواہ ہمیں اتنی دُور لے کر آیا"۔

"آپ تو بلاوجہ بگڑتی ہیں۔ دیکھئے وہ بیٹھے تو ہیں سامنے"۔

"ارے ہاں ہیں تو سہی"۔

"اور بہن دیکھو تو کیسے سُرخ و سفید ہیں"۔

"ارے اُن کے گلابی گلابی کلّے"!

"اور لال لال کان"!

"اور بھرا بھرا جسم"!

"ااہاہا تازہ خون تازہ خُون"!

"پیٹ بھر کر چُوسونگی"۔

"جب سے پیٹ میں انڈے پڑے ہیں۔ میری

Taj Tahir Foundation

خُون کی پیاس تو بے طرح بھڑک اُٹھی ہے"!
"میرے اپنے مُنہ میں پانی بھرا آ رہا ہے"!
"چلو تو انتظار کاہے کا ہے"؟
"کون پہلے جائیگا"؟
"باری کا کیا ذکر۔ سب کی سب اکٹھّی چلو"!
زرتاش نے یک لخت زمرہ سے کہا "زمرہ حملہ ہُوا چاہتا ہے۔ ایک جگہ نہ ٹھہرو۔ جگہ بدلتے رہو"۔
یہ کہکر زرتاش اپنی جگہ سے پرے ہٹ گیا۔
آوازیں پھر آنے لگیں!
"بڑے کوئی کے ہیں"۔
"دیکھو تو کیسے وقت پر جگہ سے ہِل گئے"!
"گیا ہُوا جاتے کہاں ہیں"۔
"اب تو ان کے تازہ خون کی ایک ایک بُوند ہماری ہی بہنوں بیٹیوں کا حِصّہ ہے"!
تازہ خون کے خیال سے ہی منہ میں پانی بھرا آتا ہے۔ مَیں تو چلی"!
"کچھ ہِل کر ایک پر حملہ کرو۔ کچھ دوسرے پر"!
زرتاش لپک کر پھر پرے کو ہٹ گیا۔ اور زمرہ کو بھی للکار کر اُس کی جگہ سے ہلا دیا۔ پھر

آوازیں آنے لگیں۔
"بڑے بے چین لوگ ہیں"!
"دیکھو تو کم بخت کیسا ترسا رہے ہیں"۔
"بدمعاش کہیں کے۔ ایک جگہ نہیں ٹھیرتے"!
"پھر"؟
"پھر کیا؟ اپنی سی کیئے جاؤ۔ آخر ہار جھک مار کر کہیں بیٹھینگے"۔
"بیٹھنے کا کیا ذکر۔ کیا سوئینگے نہیں۔ اُس وقت ہم اپنی من مانی کارروائی کرینگے"۔
اِس وقت جو مجھے ترسایا ہے۔ اِس کا ایسا بدلہ لونگی۔ کہ یاد ہی کرینگے"۔
"آج مَیں نے اُن کی نیند حرام نہ کی۔ تو کہنا"۔
"مَیں ان کے خُون کے اندر اتنا زہر بھرونگی۔ کہ سارا خون زہریلا کر ڈالونگی"۔
"ارے اب باتیں ہی ہونگی۔ کہ کوئی وار بھی ہوگا"؟
وار کیا خاک ہو! یہ کم بخت ایک جگہ ٹکتے ہی نہیں۔ ادھر ہم اُن کا رُخ کرتے ہیں۔ اُدھر یہ اپنی جگہ بدل ڈالتے ہیں"۔

Taj Tahir Foundation

یوں ہی اتفاق ہو گیا ہوگا۔ پھر چلو"!
زرتاش نے زمرہ کو پھر خبردار کیا۔ اور جگہ بدل ڈالی۔ زمرہ نے ابھی تک بیگموں کی ایک بات بھی نہ سنی تھی۔ جو باتیں زرتاش کو سنائی دیتی تھیں۔ وہ اُسے سنائی نہ دیتی تھیں۔ نہ اُسے کچھ نظر آ رہا تھا۔ لیکن اُس نے اتنا ضرور دیکھ لیا تھا۔ کہ جس وقت بھی زرتاش اُسے حملہ سے خبردار کرتا تھا۔ اُسی وقت چند مچھر پن پن کرتے اُس کی طرف آتے۔ لیکن اُس کے ہٹ جانے کی وجہ سے اُسے کاٹنے نہ پاتے تھے۔
زمرہ نے زرتاش سے پوچھا۔" تمہیں کچھ باتیں اب تک سنائی دے رہی ہیں"؟
زرتاش نے کہا۔" بہت کچھ سن رہا ہوں"+
زمرہ نے یک لخت کہا" ارے میں سمجھ گیا۔ تم چونکہ جانوروں کی بولی حکیم الیاس سے سیکھ چکے ہو۔ لہذا اس لئے یہ سب باتیں تم کو سنائی دے رہی ہیں۔ مجھے سنائی نہیں دیتیں + اور جو باتیں تم سن رہے ہو۔ یہ ان مچھروں کی معلوم ہوتی ہیں۔ جو اس کمرے میں اس کثرت سے موجود

ہیں۔ اور بار بار ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں +
زرتاش بولا" آواز کا خیال کرتا ہوں۔ تو مجھے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ باتیں مچھر کر رہے ہیں۔ لیکن جو کچھ یہ ایک دوسرے سے کہ رہے ہیں۔ اس کا خیال کرتا ہوں۔ تو یقین نہیں آتا"+
زمرہ نے پوچھا۔"کیا کہ رہے ہیں"؟
زرتاش نے کہا" یہ تو خون اور زہر سے ورے بات ہی نہیں کرتے"+
زمرہ نے حیرانی سے دریافت کیا۔"کیا خون اور زہر"؟
زرتاش بولا۔" ہمارا خون چوسنے اور ہمارے جسم میں کوئی زہر چھوڑنے کی بات کر رہے ہیں"+
زمرہ بولا۔"کہیں جنوں نے تو مچھروں کا روپ اختیار نہیں کر رکھا"؟
زرتاش بولا" جنوں کو کوئی روپ ہی اختیار کرنا ہوتا۔ تو مچھر بننا کیا ضرور تھا؟ جنہیں ہتھیلی میں مسلا جا سکتا ہے"+ یہ کہ کر یک لخت زرتاش

Taj Tahir Foundation

کو خیال آیا۔ کہ اِتنی دیر سے یہ مچھر ہم پر حملہ کئے جا رہے ہیں۔ ذرا ہم بھی ان پر ہاتھ اُٹھا کر دیکھیں + یہ کہہ کر اُس نے اُنہیں تالیاں بجا بجا کر اپنی ہتھیلی میں مسلنا شروع کر دیا۔ زرتاش کی دیکھا دیکھی زمرہ کو بھی حوصلہ پڑ گیا۔ مچھروں میں ایک افراتفری پڑ گئی ÷

"ارے ارے۔ کیا دیکھتے ہو اِن پاجیوں کو"؟

"ہائے ہائے کمبخت نے میری ایک بہن مار ڈالی" ÷

"دُکھیا کے پیٹ میں انڈے تھے" ÷

"انہیں بھی تڑپا تڑپا کر ختم نہ کیا تو کہنا" ÷

"ایسا بخار چڑھائیں۔ کہ دماغ چل نکلے" ÷

"ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دیں" ÷

مچھر ان حملہ آوروں کے اچانک حملے سے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر اُڑ گئے۔ اور کونے کھدروں میں چھپ رہے۔ ذرا ان کی طرف سے اطمینان ہُوا۔ تو زرتاش بولا" زمرہ مجھے تو یہ معمّا عجیب معلوم ہوتا ہے" ÷

زمرہ نے پوچھا۔"کیا"؟

زرتاش بولا" اِن مچھروں کی باتوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں کی بیماری کی جڑ یہی ہیں۔ مگر کچھ یقین آنے کی بات معلوم نہیں ہوتی" ÷

زمرہ نے بھی یہی کہا۔" ہاں بھلا مچھر بھی ایسی وبا کیا پھیلا سکتے۔ اُن کی حقیقت ہی کیا ہے"!

زرتاش بولا" لیکن اس کا کیا علاج۔ کہ ان کی باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ آخر انہیں یہ تو خبر نہیں۔ کہ کوئی ان کی باتیں سُن کر سمجھ بھی رہا ہے۔ آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں جو کچھ کہہ رہے ہونگے۔ جھوٹ کیونکر ہو سکتا ہے" ÷

زمرہ بولا۔" ہاں یہ خیال بھی ٹھیک معلوم ہوتا ہے" ÷

زرتاش نے کہا۔" بہرحال محفوظ بات یہی ہوگی۔ کہ ہم ان مچھروں سے اپنے آپ کو بچائیں ÷ اور ان کی باتیں غور سے سُنتے رہیں + شاید اور پتے کی باتیں معلوم ہو سکیں" ÷

زمرہ بولا" لیکن کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ ہم اِن مچھروں کے قصّے میں گرفتار رہیں۔ اور اُدھر بے خبری

Taj Tahir Foundation

ہیں جن ہم پر حملہ کر بیٹھے"!

زرتاش نے کہا۔" اب تک تو جنوں کا کوئی سُراغ نہیں مِلا۔ کوئی جن آ گیا۔ تو جو ممکن ہوگا کرینگے ہی۔ لیکن جب تک کوئی جن نہ آئے۔ بہرحال اِن مچھروں کی طرف پُوری توجہ رکھنی چاہیئے+ ان کی باتوں سے مجھے یقین ہو چلا ہے۔ کہ وبا سے ضرور اِن کا کچھ نہ کچھ تعلّق ہے"+

وبا کا راز

زرتاش اور زمرہ نے اپنے پُرتکلّف کپڑے اُتار ڈالے۔ پلنگ کے سرہانے رات کے ڈھیلے ڈھالے اور آرام دہ ریشمی کپڑے تہ کئے ہوئے رکھے تھے۔ اُنہیں پہن لیا۔ تلواریں نیام سے نکال کر سرہانے رکھ لیں۔ ریشم کی دُلائیاں پائینتی سے اُٹھا کر بڑی احتیاط سے اپنے گرد لپیٹ لیں۔ کہ جسم کا کوئی حِصّہ کھُلا نہ رہ جائے۔ زرتاش پلنگ پر لیٹ گیا۔ زمرہ کے سپرد یہ کام ہُوا۔ کہ وہ بیٹھا رہے۔ دُلائی کو اس طرح اوڑھ لے۔ کہ آنکھیں کھُلی رہیں۔ اور باہر کا خیال رکھے+ زرتاش نے اپنے ذِمّے مچھّروں کی باتیں سُننے اور اُن کے راز معلوم کرنے کا کام لیا+

ابھی اِطمینان سے بیٹھنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ مچھّروں کی ٹولی آن موجود ہُوئی+

"آخر گئے بستروں پر"!

Taj Tahir Foundation

"اب آئی باری ارمان نکالنے کی"!

"بھوک کے مارے جان نکلی جا رہی ہے"!

"پیٹ کے انڈوں نے میری تو جان پر بنا رکھی ہے"۔

"ان ہی کے لئے تو خون کی ضرورت ہے"۔

"چلو پھر اب انتظار کا ہے کا ہے"!

"ہر طرف سے حملہ کرو۔ کچھ سر اور گردن کی طرف جاؤ۔ کچھ پاؤں کی طرف"۔

"ارے اس کم بخت نے تو کپڑا اوڑھ رکھا ہے۔ میری سُونڈ کپڑے میں پھنس گئی۔ باہر کھینچی تو سُونڈ کا سارا رُواں چھل کر رہ گیا"۔

"ہائے ہائے میری بھی سُونڈ چھل گئی"۔

"بدن تک پہنچنے کا کہیں بھی راستہ نہیں"۔

"پھر کیا کریں"؟

"اچھی طرح ہر طرف پھر کر دیکھو۔ شاید کوئی جگہ کھلی ہوئی ہو"۔

"مَیں ہر طرف کا چکر لگا آئی۔ کوئی جگہ بھی کھلی ہوئی نہیں"۔

"اچھی طرح ہر جگہ سونڈ گھونپ کر دیکھو۔ شاید

کسی مقام پر جسم تک پہنچ سکے"۔

"کہاں کہاں دیکھیں۔ آزمایش آزمایش ہی میں سونڈ دُکھنے لگیگی"۔

"کسی جگہ کپڑے سے گزر کر جسم میں کھُب گئی اور خون چوسنا مل گیا تو ساری محنت وصول ہو جائیگی"۔

"ہر جگہ تو دیکھ لیا کسی نہ کسی نے۔ اب جگہ رہ کون سی گئی"۔

"تو پھر تھوڑی دیر صبر کرو۔ ابھی نیند میں ہلیگا۔ تو جگہ کھُل جائیگی"۔

"کم بخت ایسا پڑا ہے۔ جیسے مر گیا ہو"۔

"مرے گا تو ہمارے ہاتھوں۔ ابھی سے موت کہاں سے آ گئی"؟

"چلو دوسرے کی طرف چلیں۔ شاید وہاں وار کرنے کا موقع ملے"۔

"نہیں نہیں! وہاں بھی کوئی موقع نہیں + وہاں سے ہی آ رہی ہوں"۔

"وہ بھی لپٹا ہُوا ہے"؟

"پہاڑ کی طرح بیٹھا ہے۔ ہر طرف گھوم کر

Taj Tahir Foundation

دیکھ لیا۔ کہیں جسم کھلا ہُوا نہیں"۔

"بڑے پاجیوں سے پالا پڑا ہے"!

"پھر کیا کریں"؟

"تھوڑی دیر بات چیت سے دل بہلاؤ۔ ابھی موقع مل جائیگا"۔

"پھر تم ہی سناؤ۔ آج کل کیسے گزرتی ہے"؟

"شکر ہے۔ اچھی گزر ہو رہی ہے۔ مَیں تو اب کے موسم میں کئی ہزار بچے پیدا کر چکی ہوں"۔

"آئی کہاں سے ہو"؟

"اس ساتھ والے مکان کے جو بچے ہیں پیدا ہوئی تھی"۔

"تو گویا کُولی خاندان سے ہو۔ کولی ناریاں تو عام طور پر دن میں شکار کو نکلتی ہیں۔ رات کو باہر دیکھ کر میں سمجھی۔ نفلی ہو"۔

کُولی ۔"کیوں تم نفلی ہو کیا"؟

نفلی ۔"اَور کیا۔ نفلی بنت نفلی۔ صاف ستھرے پانی میں کی پیدائش"۔

کُولی ۔"بڑا ناز معلوم ہوتا ہے تم کو اپنے نفلی ہونے پر"!

نفلی ۔"کیوں نہ ہو۔ مچھروں میں سے کوئی ہمارے خاندان کی ہمسری تو کرے"۔

کولی ۔"ایسا کون سا سُرخاب کا پر لگا ہے تم میں۔ صاف ستھرے پانی میں پیدا ہو گئیں۔ تو بڑا کمال ہو گیا۔ ہم کُولی تو جناب ایک ایک بار میں تین تین سو انڈے اکٹھے دیتی ہیں۔ آیا سمجھ میں"!

نفلی ۔"تو یہ بھی کوئی بڑائی کی بات ہے۔ تمہاری اماں نے ایک بار میں تین سو انڈے اِکٹھے دئے۔ اِن میں سے تم ایک پیدا ہُوئیں۔ ہماری امّاں نے ایک بار میں صرف ایک انڈا دیا۔ ہم اُس ایک سے پیدا ہوئے۔ پھر ہم بڑے یا تم"؟

کولی ۔"جو زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ وہی بڑے ہوئے۔ اس زمانے میں جو تعداد میں زیادہ ہو۔ اُسی کا بول بالا ہے۔ اکیلے دُکیلوں کو پُوچھتا کون ہے"؟

نفلی ۔ تو تم سمجھتی ہو۔ ہم نفلی تعداد میں تم سے کم ہیں۔ لیک ایک پیدا ہوئے تو کیا۔ اِس طرح

Taj Tahir Foundation

ہم تم سے کم نہیں رہ جاتے۔ ہم بھی ہزاروں
اور لاکھوں پیدا ہوتے ہیں"۔

کولی۔" پڑے ہو۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ ہمارے
ایک ایک کے تین تین سو بھائی بہن ہوتے
ہیں"۔

نفلی۔" اری چل چوبچّے کی رہنے والی! بکے چلی
جا رہی ہے"۔

کولی۔" ہمارا چوبچہ آپ کے صاف پانی سے ہزار
درجہ بہتر ہے۔ چوبچّے میں پیدا کئے جاتے
ہیں۔ تو کیوں؟ اِس لئے کہ پیدا ہوتے ہی
کھانے کو ڈھیروں موجود ہوتا ہے۔ تمہیں
صاف پانی میں کھانے کو خاک مِلتا ہے"۔

نفلی۔" کھانے کو ڈھیروں تو ہوتا ہے۔ مگر کیا شے؟
غلاظت ہی نا۔ غلاظت کھانے پر ناز ہے
جناب کو۔ ہم سُتھرے پانی میں نباتات کھا
کر پلتی ہیں"۔

کولی۔" اور ہوا کا ایک تیز جھونکا آ جائے۔ تو
انڈے ہی کی صورت میں دم بھی توڑ دیتی
ہیں"۔

نفلی۔" وہ کیوں؟ ہماری مائیں انڈے دیتے ہوئے
پانی میں کوئی ایسی جگہ چُنتی ہیں۔ جہاں ہوا کے
جھونکے آنے ہی نہ پائیں"۔

کولی۔" ہمارا چوبچّے کا پانی گرم گرم ہوتا ہے۔
اس کی گرمائی میں ہم تین تین سو اِکٹھے
رئیسوں کی طرح جنم لیتے ہیں۔ تمہارا صاف
پانی سُورج سے ذرا گرم ہو گیا تو ہو گیا ورنہ
انڈا پڑا سردی میں سُکڑتا رہتا ہے"۔

نفلی۔" تین تین سو اِکٹھے جنم تو لیتے ہیں۔ مگر
کھانے کو نہ ملے۔ تو بھائی بہنوں کو بھی
تو نگلنا شروع کر دیتے ہیں"۔

کولی۔" کسی بھوک کے مارے خاندان میں ایسا
ہو گیا ہو تو ہو گیا ہو! یہ ہماری فطری
عادت تھوڑا ہی ہے"۔

نفلی۔" اب لگیں نہ بغلیں جھانکنے"!

کولی۔" کیوں ایسی کون سی اپنے تفوّق کی بات
کہہ دی تم نے۔ اور ایک بات جناب بھول
ہی گئیں۔ ہم تین سو پیدا ہوتے ہیں۔ تو
پیدا ہوتے ہی ہمیں گھر والا جو مل جاتا ہے۔

Taj Tahir Foundation

جس سے فوراً ہمارا بیاہ ہو جاتا ہے"!

نفلی۔" دُور ہو بے حیاؤ۔ بہنیں ہو کر بھائیوں سے شادی رچاتی ہو! اور اُس پر ناز بھی کرتی ہو"۔

کولی۔" جیسے تم تو بھائیوں سے شادی کرتی ہی نہیں ہو"؟

نفلی۔" کوئی کرتا ہوگا۔ تو ناواقفیت میں سوتیلے بھائی سے کر لیتا ہوگا۔ تمہاری طرح جانتے بُوجھتے ہُوئے تو سگے بھائی سے شادی نہیں کرتے"۔

کولی۔" اُونھ! کنوارے رہ کر مارے مارے پھرنے سے تو بہتر ہے۔ اِدھر پیدا ہوئے۔ اُدھر بیاہ رچایا۔ پیٹ میں انڈے پڑے۔ ان کی پرورش کو انسان کا خون چُوسنے نکل کھڑے ہُوئے"!

نفلی۔" تم کولی انسان کا خون کیا چُوستیں۔ یہ ہم نفلیوں کا حصّہ ہے"!

کولی۔" کیوں تمہارے پیٹ ایسے کون سے بڑے ہیں"۔

نفلی۔" پیٹ بڑے نہ سہی۔ لیکن ہم نفلی اِنسان کے خون میں ایسا زہر بھی تو ملاتے ہیں۔ کہ بڑے بڑے پہلوانوں کی پیٹھ بستر سے لگ جاتی ہے"!

کولی۔" تو کیا ہم زہر کی پچکاریاں اُن میں نہیں چھوڑتے"؟

نفلی۔" تم چوبچّے میں رہنے والیوں کے زہر کا اثر کیا ہوتا۔ انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔ بس۔ ہمارے کاٹے کا تو منتر ہی نہیں۔ ایک بیمار کا خون اپنے پیٹ میں رکھ کر ایسا زہریلا بنا دیتے ہیں۔ کہ جب اُس کی پچکاری دوسرے تندرست انسان کے پیٹ میں جائے۔ تو پھٹکا نہ کھائے۔ ہمارا لوہا تو شیش ناگ مہاراج بھی مانتے ہونگے"!

کولی۔" ہاں ایسی ہی تو ہیں زہریلی"!

نفلی۔" تو تمہیں شبہہ بھی ہے۔ شیش ناگ کا زہر کیا ہوتا۔ اِدھر کاٹا۔ اُدھر انسان گیا۔ زہر ہمارا جو تڑپا تڑپا کر۔ گھلا گھلا کر کانٹا بنا کر جان لیتا ہے۔ کبھی ایسی سردی چڑھائے کہ انسان

Taj Tahir Foundation

کانپ اُٹھے۔ کبھی ایسا جلائے۔ کہ انسان
پُھک کر رہ جائے"۔

کولی:۔ "ہم جس انسان میں اپنا زہر ڈالیں۔ اُس کا
بھی یہی حال ہوتا ہے"۔

نفلی:۔ "اپنے کمال پر اتنا ہی ناز ہے۔ تو آؤ مقابلہ
کر دیکھو۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ خود پتہ
چل جائیگا۔ کس کا کاٹا جان دیتا ہے۔ تم
تو چوبچوں میں پل کر کمزور شہریوں پر ہاتھ
صاف کرتی اور سمجھتی ہو۔ کہ بڑا تیر مار لیا۔
ہم صاف پانیوں میں پیدا ہو کر گاؤں تک
کے تنومند انسانوں کو چھٹی کا دودھ یاد
دلا دیتی ہیں"۔

کولی:۔ "پھر تم دیہاتنیں یہاں آئیں کیوں؟ یہ
شہر ہمارے حصے کا ہے۔ جاؤ اپنے دیہات
میں۔ نکلو یہاں سے باہر"۔

نفلی:۔ "کیوں نکلیں۔ تم کون ہوتی ہو ہمیں نکالنے
والی۔ ہمارے لئے شہر دیہات کی کوئی قید
نہیں۔ ہم جہاں چاہیں رہیں۔ ہمیں نکالنے
والا ہے کون"؟

کولی:۔ "اور کون ہوتا۔ اِس شہر پر ہمارا قبضہ ہے"۔

نفلی:۔ "اس غلط فہمی میں نہ رہنا۔ اس شہر میں
زیادہ انسانوں کو موت کے گھاٹ ہم نے
اُتارا ہے"۔

کولی۔ اِسی لئے تُم نفلیوں کو اب یہاں سے نکلنا
ہوگا۔ ہم کولی، لوگوں کو زیادہ تر بیمار ڈالتے
اور پھر مزے مزے اُن کا خون چُوس کر
اپنے انڈوں کا پیٹ بھرتے اور اپنی نسل
بڑھاتے ہیں۔ تم ہمارے شکاروں کو ختم کر
ڈالتی ہو"۔

نفلی۔ "ہمت ہے تو نکال دیکھو"۔

کولی:۔ "بہت بک بک کی۔ تو پر نوچ کر رکھ دونگی"۔

نر:۔ "ارے بھئی۔ کیوں لڑی مرتی ہو۔ میں کہتا ہوں۔
تم ناریوں سے صُلح و صفائی سے چند منٹ بھی
نہیں رہا جاتا"!

کولی:۔ "یہ مردُوا کیوں بیچ میں بول اُٹھا۔ یہ کون
ہوتا ہے دخل دینے والا"!

نر:۔ "ہم کوئی نہیں ہی نہیں۔ اچھا اب کے انڈے
دے لے۔ پھر اس کے بعد جب نئے بیاہ

Taj Tahir Foundation

کے لئے نر کی تلاش ہوئی۔ تو بتاؤں گا۔ میں کون ہوں"؟

کولی۔"میرے لئے نروں کی کمی ہے۔ انڈے دونگی ہی ایسی جگہ۔ جہاں سینکڑوں نر بیاہ کے خواستگار موجود ہونگے"۔

نر۔"جو میں نے ایک ایک نر کو سمجھا کر تیرا بیری نہ بنا دیا ہو تو کہنا"۔

کولی۔"ارے تین دِن کے جینے والے۔ تو کیا نروں کو میرے خلاف کرتا! میرے انڈے دینے سے پہلے تیری زندگی ختم ہو چکی ہوگی۔ تمہاری نسل تو پیدا ہی اس لئے کی جاتی ہے۔ کہ ہمارے پیٹ میں انڈے ڈال ختم ہو جائے۔ لمبی لمبی زندگیاں تو ہم ناریوں کی ہیں۔ جن کا کام نسل بڑھانا۔ اور نسل بڑھانے کو اِنسان کا خون چوسنا ہے"۔

نر۔"یہ کولی ناری تو زمین پر پاؤں نہیں رکھتی۔ اس کا دماغ تو آسمان پر چڑھ گیا ہے"۔

کولی۔کیوں نہ چڑھے۔ ہم تمہارے حاکم۔ تم ہمارے خدمتگار۔ ہم خون چوسنے والیاں۔

جن سے انسان بھی پناہ مانگے۔ تم پھولوں کے رس اور گلے سڑے پھلوں کے چھلکوں پر گزر کرنے والے۔ ایک ایک ناری کے دس دس طلبگار۔ تمہارا بھی یہ مُنہ ہوا۔ کہ ناریوں کی باتوں میں بڑے بن کر دخل دینے آ گئے"۔

نر۔ یہ خون چوسنے کی جس عادت پر جناب کو اتنا گھمنڈ ہے۔ ہم نروں ہی کی بدولت تو ہے۔ ہم انڈے تمہارے پیٹ میں نہ ڈالیں۔ تو جناب کی یہ خون کی پیاس کہاں جائے؟ تم بھی ہماری طرح پھولوں کا رس اور گلے سڑے پھلوں کے چھلکے چاٹتی پھرو"!

کولی۔"یہ دھمکیاں کسی ایسی کو دینا۔ جسے نر نہ ملتے ہوں۔ رانڈ بن کر تمہاری طرح پھیکی میٹھی چیزیں کھاتی پھرتی ہو۔ میں سہاگن پیٹ میں خدا جھوٹ نہ بلوائے تو تین سو انڈے۔ زبان کو خون کا مزا پڑا ہُوا۔ اِسی شہر میں کچھ نہیں تو بیسیوں آدمیوں کے خون سے پیٹ بھر چکی + تین تین کھیپیں بچوں کے پیدا کر چکی۔ اب بھی چوبچہ کی طرف جا نکلوں۔ تو

Taj Tahir Foundation

سینکڑوں نروں کو اپنے انتظار میں پاؤں۔ ایک ایک کہے کہ اب کے انڈوں سے فارغ ہو کر ہم سے بیاہ رچاؤ۔ مَیں تم سے بدزبانوں سے دب کر رہُونگی۔ تمہیں اپنی ایڑی چوٹی پر قربان نہ کرُونگی"۔

زرتاش نے یہ باتیں یہیں تک سُنی تھیں۔ کہ زمرہ کی آواز آئی۔ "ارے بھائی۔ کچھ سُن رہے ہو یا سو گئے۔ یہاں تو مچھروں کے غُل نے ناک میں دم کر رکھّا ہے"۔

زرتاش بولا۔ "کچھ نہ پُوچھو۔ کیا کیا راز سُننے میں آ رہے ہیں۔ بس اب جنوں کا دھڑکا دُور کر دو۔ مجھے سارا بھید مل چُکا ہے۔ اپنے آپ کو ان مچھّروں کے ڈنک سے بچا لو۔ فتح خدا چاہے تو ہماری ہے"۔

اُمّید کی روشنی

زرتاش اور زمرہ نے جُوں تُوں کر کے رات آنکھوں میں کاٹی۔ اگرچہ جنوں کی طرف سے اطمینان ہو چکا تھا۔ لیکن زرتاش نے مچھّروں کی جو باتیں خود سُنیں۔ اور پھر زمرہ کو سُنائیں۔ اُن کی وجہ سے مچھّروں کا خوف جنوں سے بھی زیادہ مُسلّط تھا۔ بے حد اندیشہ تھا۔ کہ اگر ذرا بھی آنکھ لگی۔ اور سونے میں کپڑا ہٹنے سے جسم کا کوئی حصہ کھُل گیا۔ تو پھر مچھّر اپنی سی کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھینگے۔

ادھر سپیدۂ صُبح نمودار ہوُا۔ اُدھر مچھّروں نے زرتاش اور زمرہ دونو کو کوستے ہوئے اپنے کونے کھُدروں کی راہ لی۔ زرتاش اور زمرہ دُلائیاں اُلٹ بستر سے اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ تازہ ہوا کے سانس لینے چھت پر چلے گئے۔ مشرقِ کے گلابی آسمان پر سورج رفتہ رفتہ اونچا ہو رہا تھا۔ اُس کی سُنہری روشنی اس برباد شہر پر بھی دلاویزی کا ایک

Taj Tahir Foundation

نور برسا رہی تھی ۔
زرتاش طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھ کر بولا ۔" زمرہ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اِس برباد شہر کو آباد کرنے کا کام خداوند تعالےٰ میرے ہی ہاتھوں کرانا چاہتا ہے" ۔

زمرہ نے کہا ۔" ہاں صورت تو کچھ ایسی ہی پیدا ہوتی نظر آتی ہے ۔ بڑی بات یہ ہے ۔ کہ وبا کا راز معلوم ہو گیا ہے" ۔

زرتاش بولا ۔" اس شہر کی خوبصورت حویلیوں اور حسین مناظر پر نظر ڈال کر کس قدر صدمہ ہوتا ہے ! اس کے ہزاروں باشندے ۔ بچے ۔ بوڑھے اور جوان مرد اور عورتیں سب اس زہری کیڑے کے ہاتھوں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئے اور کسی کو خبر تک نہ ہونے پائی ۔ کہ یہ کارروائی کس کی ہے" !

زمرہ نے کہا ۔" جانوروں کی بولی سمجھنے کے علم نے خوب کام دیا ۔ جب تم نے یہ علم حاصل کیا تھا ۔ تو کیا خبر تھی ۔ کہ اس سے اتنا کام نکلیگا ۔ اور اس کی بدولت ہم گویا ایک نئی زندگی پائینگے" ۔

زرتاش نے کہا ۔" اور کیا ۔ اگر ان مچھروں کی باتیں سمجھ نہ لی ہوتیں ۔ تو اب تک نہ جانے اِن کا کتنا بہت زہر ہمارے خون میں مل چکا ہوتا" ۔

زمرہ بولا ۔" مگر نہ معلوم اِس جن کے قصے کی بھی کوئی اصلیت تھی یا نہیں" !

زرتاش بولا ۔" اِس کی کیا اصلیت ہوتی ۔ بیماری یہ مچھر پھیلاتے تھے ۔ لوگوں کی سمجھ میں اِس کی وجہ آتی نہ تھی ۔ بیمار کو زہر سے جب جاڑا لگتا ۔ اور تپ چڑھتا تو لوگ جہالت اور حماقت سے سمجھ بیٹھتے ۔ کہ جن سر پر سوار ہو گیا ہے اور اُن سے کسی قصور کا انتقام لے رہا ہے ۔ چونکہ ذہن میں ہر وقت جن کا خیال موجود رہتا تھا ۔ اس لئے بیماری میں بعض بیماروں کا اپنا تصور ہی کسی جن کی صورت پیدا کر لیا کرتا ہوگا" ۔

زمرہ نے پوچھا ۔" تو کیا تمہارے خیال میں شروع سے کوئی جن تھا ہی نہیں ۔ نہ یہاں اور نہ پار کی دلدلوں میں" ؟

زرتاش بولا ۔" میرا تو یہی خیال ہے ۔ دلدلوں میں مچھر ہمیشہ زیادہ ہوتے ہیں ۔ پار کی دلدلوں میں

Taj Tahir Foundation

یہی نقلی قسم کے مچھر ہونگے + جو بھولا بھٹکا راہگیر اُدھر جاتا ہوگا۔ اُس میں اپنا زہر جھونک جھونک کر اُسے بیمار ڈال دیتے ہونگے۔ بس اس سے یہ مشہور ہوگیا۔ کہ وہاں جن رہتا ہے + چند سال ہوئے بارشوں کی وجہ سے سیلاب آیا۔ تو کہیں جنگل سے بہت سے بندر غذا کی تلاش میں اس دلدل کی طرف آ نکلے + سیلاب نے دلدل میں مچھر بڑھا دئے ہونگے۔ اُنہوں نے پہلے اِن بندروں کے جسم میں زہر ڈالا ہوگا۔ پھر خون کا چسکا پڑ جانے کی وجہ سے دریا کے اس طرف کا رُخ کر لیا ہوگا + یا ممکن ہے۔ جو بندر یہاں پہنچے۔ اُن کا زہریلا خون چُوس چُوس کر یہاں کے مچھروں کی عادت بگڑ گئی ہو۔ اور اُنہوں نے انسانوں کے جسم میں زہر چھوڑنا شروع کر دیا ہو۔ خون کی غذا ملنے کی وجہ سے اُنہوں نے بہت سے انڈے بچے پیدا کر کے اپنی تعداد بے حد بڑھا لی" +

زمرہ نے پوچھا۔" تو اب یہ معمّا حل ہوگیا۔ تو سمجھ لیا جائے۔ کہ شہزادی رینا تمہاری ہوگئی"؟

زرتاش بولا۔" ابھی کہاں۔ ابھی تو صِرف اِتنا معلوم ہُوا ہے۔ کہ اس وبا کا سبب کیا ہے۔ ابھی بڑا بکھیڑا تو اس بات کا پڑا ہے۔ کہ اِس شہر کو اِس وبا سے نجات کیونکر دلائی جائے"!

زمرہ بولا۔" شہر سے وبا دُور کرنی تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے" +

زرتاش نے کہا۔" یہی تو سوچنا ہے۔ دو کام بڑے ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان مچھروں کے زہر کا کوئی توڑ معلوم کیا جائے۔ جس سے پہلے کے پڑے ہُوئے بیمار بھی تندرست ہو جائیں۔ اور اگر کوئی شخص اِتّفاق سے اب ان کا تازہ شکار ہو جائے۔ تو اُس کا علاج بھی ہو سکے۔ اور دوسرے کوئی ایسی تدبیر نکالی جائے۔ کہ یہ مچھر ختم ہو جائیں۔ اور لوگوں کو اس بلا سے نجات ہی مِل جائے" +

زمرہ بولا۔" لاکھوں کروڑوں مچھر جو شہر کے ایک ایک گھر میں گھُسے ہُوئے ہیں۔ ان سب کو کیونکر ختم کیا جا سکیگا"؟

زرتاش بولا۔" یہی تو مُصیبت ہے۔ جس کا

Taj Tahir Foundation

عِلاج سوچنا ہمارا کام ہے"۔

زمرہ نے کہا۔" رات بھر جاگتے رہنے سے ایسی تکان معلوم ہو رہی ہے۔ کہ دماغ سُن ہو گیا ہے۔ نیند پُوری ہو گئی۔ تو شاید دماغ کچھ کام کرنے کے قابل بن سکے۔ مگر نیند پوری ہو گی کیونکر؟ جس وقت بھی لیٹے ان مچھروں کا دھڑکا ساتھ لگا رہیگا۔ تم کہتے ہو۔ ان میں سے کوئی دِن کے وقت بھی نِکل کر کاٹتے ہیں۔ اس کے تو یہی معنی ہوئے۔ کہ دن رات میں کسی وقت بھی ہمیں آرام نصیب نہ ہو سکیگا"۔

یہ باتیں کر ہی رہے تھے۔ کہ شاہی محافظ ان کا حال دریافت کرنے اور ناشتہ وغیرہ لے کر آ گئے۔ ان سے پانی گرم کروا کر دونو نے غسل کیا۔ جس سے تکان کچھ رفع ہوئی۔ غسل کرتے کرتے زرتاش کو بے فکری سے سونے کی ایک تدبیر سُجھائی دی۔ اُس نے محافظوں سے کہا۔" ہمیں موٹے ریشم کے تین گز لمبے تھیلے بنوا کر فوراً لا دو"۔

زمرہ نے پوچھا۔" کیوں"؟

زرتاش بولا۔" اطمینان سے سونے کی ایک

تدبیر سُوجھی ہے"۔

زمرہ ذرا سے غور کے بعد مُسکرا پڑا۔ اور بولا۔" سمجھ گیا! واقعی اِس کے سوا اَور چارہ بھی کیا ہے"!

مُحافظوں میں سے ایک حُکم کی تعمیل کرنے روانہ ہُوا۔ باقی سے زرتاش اور زمرہ باتیں کرتے رہے۔ اُن سے معلوم ہُوا۔ کہ بعض اُمیدوار کئی کئی دِن تندرست رہنے کے بعد سرد مہر کے انتقام کا شِکار ہوتے ہیں۔ اور اُنہیں زرتاش اور زمرہ کے بیماری سے بچنے کا یقین اُس وقت ہو سکیگا۔ اگر ایک مہینہ اس شہر میں رہے اور سرد مہر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ زرتاش اور زمرہ نے ان کی تمام باتیں سُن لیں۔ اپنی کوئی بات اُن سے نہ کہی۔ البتہ زرتاش نے شہزادی رینا کو یہ پیغام بھجوا دِیا۔ کہ" اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مجھے اپنی کامیابی کا پورا یقین ہو گیا ہے"۔

دو گھنٹوں میں محافظ ریشم کے تھیلے سلوا کر لے آئے۔ اور دوپہر کا کھانا لے کر واپس آنے کا وعدہ کر کے رُخصت ہو گئے۔ اُن کے جاتے ہی

Taj Tahir Foundation

زرتاش اور زمرہ سونے کے کمرے میں چلے گئے۔ اور تھیلوں میں گھس کر اور اُن کا مُنہ بند کر کے سونے کے لئے پڑ رہے + ناک کے قریب ایک دو باریک چھید ریشم میں کر لئے۔ کہ دم نہ گھٹنے پائے + تھیلوں میں گھس کر طبیعت گھبرائی۔ لیکن کیا کرتے۔ اس کے سوا اَور کوئی ترکیب جان کی حفاظت کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اُدھر رات بھر کی نیند جمع تھی۔ بہت جلد غافل ہو گئے اور دو پہر تک گھوڑے بیچ کر سوتے رہے +

شہر کی سیر

دو پہر کے کھانے کے ساتھ زرتاش کو رینا کا ایک رقعہ مِلا۔ جس میں لِکھا تھا۔ کہ "آپ کا پیغام سُن کر جی چاہتا ہے۔ جو کچھ آپ نے کہا اُسے باور کر لوں۔ مگر اِتنے بہت نوجوانوں کا دردناک انجام مجھے یاد ہے کہ باور کرنے میں طبیعت کو تامُّل ہوتا ہے۔ بہر حال میری مخلصانہ دُعائیں آپ کے شریکِ حال ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو کامیاب کرے۔ میرے جھروکے میں آپ کے لئے شمع برابر جلتی رہیگی" +

زرتاش رقعہ پڑھ کر مسکرا پڑا۔ اور اسے سنبھال کر جیب میں رکھ لیا + کھانے سے فراغت پانے کے بعد دونو نے پُرتکلّف لباس پہنے اور شہر کی سَیر کرنے کو نکل کھڑے ہوئے + مہمان خانہ کے دروازے میں زرتاش نے زمرہ سے کہا۔ "ہم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں۔ جن کے خُون

مِیں نقلی مچھّروں کا مہلک زہر ملا ہُوا ہے۔ وہ
زہر ان کے جسموں میں بھی ہے۔ اور ان کے
گھروں کے مچھّروں کے جسموں میں بھی + خیال
رہے کہ وہاں کوئی مچھّر ہمیں کاٹنے نہ پائے۔ ورنہ
وہی زہر ہمارے جسم میں جاکر ہمیں تمام کر ڈالیگا"+

دِن کے وقت بھی اس عظیم الشان شہر پر
عجیب ہُو کا عالم تھا + سڑکوں پر بہت کم آدمی
موجود تھے۔ مکانوں کے دروازوں کے باہر اور
سڑکوں کے کنارے زرد رُو اور کمزور لوگ کہیں
کہیں سر پکڑے بَیٹھے تھے۔ رنگت بیماری سے پیلی
پڑی ہُوئی۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی۔ سارا
جسم دُبلا۔ مگر کِسی کِسی کا پیٹ بے حد بڑھا ہُوا۔
بے حد کمزور آواز +

زرتاش اور زہرہ اُنہیں دیکھتے ہُوئے مہمان خانے
کی بعض حویلیوں میں گئے۔ دیس دیس کے شہزادے
نقشِ بستر بنے پڑے تھے + کوئی تیز بُخار میں
بھُن رہا تھا۔ کوئی جاڑے کی شِدّت سے کئی کئی
لحاف اوڑھے سُو سُو کر رہا تھا + بعض تھے کہ
اُنہیں بخار تو نہ تھا۔ لیکن نقاہت کے مارے مُنہ

سے بات نہ نکلتی تھی + تھم تھم کر بتاتے۔ کہ آج
تو وبا کے اثر سے محفوظ ہیں۔ لیکن کل پھر بستر
کے ہو رہینگے +

کِسی کو ایک روز چھوڑ کر بخار آن دباتا تھا۔
کِسی کو دو دو اور تین تین روز کے ناغہ کے بعد۔
جو تھا اُس کی حالت خستہ تھی + زرتاش اُنہیں
تشفّی آمیز کلمات کہتا۔ اور اُن کا حوصلہ بڑھانے
کی کوشش کرتا۔ مگر اُن سب پر مایوسی اور نااُمیدی
کا ایسا غلبہ تھا۔ کہ تسلّی کے تمام الفاظ بیکار تھے +
آنکھوں میں آنسُو لئے اپنے وطن اور عزیزوں کو
یاد کرتے اور سِسکیاں بھر بھر کر کہتے۔ کہ ہمیں
پردیس میں اپنے پیاروں سے دُور ایسی مَوت
نصیب ہوگی۔ جو خُدا دشمن کو بھی نہ دے +

زرتاش جوں جوں ان مناظر کو دیکھ رہا تھا۔
حیرت اور غم و غصّہ کے عالم میں اُسے خیال آتا
تھا۔ کہ ایک بے بساط زہریلے کیڑے نے اِس بھرے
پُرے شہر کو اُجاڑ کر اِس میں اُلّو بُلوا دیا۔ اور کسی
کو علم تک نہیں۔ کہ اس تمام کارروائی کی جڑ
کون ہے؟ درندے اور زہریلے جانور حملہ آور ہوتے

Taj Tahir Foundation

ہیں۔ تو آنکھوں کے سامنے اور کھُلے بندوں! چُنانچہ اِنسان اپنی بساط کے مُطابق ان کے مُقابلہ کے لئے کمر بستہ رہتا ہے + اُن سے بچتا ہے۔ یا خُود اُن پر حملہ آور ہوتا ہے۔ مگر یہ خفیہ جانی دُشمن اس طرح چُپ چپاتے اپنا کام کر جاتے ہیں۔ کہ کِسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے پاتی۔ خدا اِن سے محفوظ رکھے۔ یہ تو سانپوں۔ شیروں اور بھیڑیوں سے بھی زیادہ مُوذی ہیں +

مِہمان خانوں کی طرف سے نکل کر وہ بازار کے حِصّے میں پہنچے۔ کوئی کوئی دُکان کھُلی ہوئی تھی۔ جس پر نخیف و نزار دکاندار سر دیواروں سے ٹیکے اُونگھ رہے تھے + زرتاش نے ایک دُکاندار سے پُوچھا۔ "کیوں میاں تُم کیسے سرد مہر کے ہاتھ سے بچ گئے۔ کہ دُکان کھولے بیٹھے ہو"؟

دُکاندار ایک آہ بھر کر بولا۔ "حضُور بچ کہاں گئے؟ خُون خُشک ہو چُکا ہے۔ سخت جان ہوں۔ کہ جی رہا ہُوں۔ سارا خاندان سرد مہر کی بھینٹ چڑھ چُکا۔ ایک دو بیمار جو گھر پر پڑے ہیں۔ اُن کے گُزارے کی خاطر جس

دِن ذرا ہمت ہوتی ہے۔ دُکان پر آ بیٹھتا ہُوں"+

زرتاش اور زمرہ اس غریب کی مُصیبت پر دُکھا ہُوا دِل لے کر آگے بڑھ گئے + شہر میں کِسی جگہ کوئی بھی بارونق چہرہ دکھائی نہ دیا + ایک چارپائی والے کی دُکان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ کہ زرتاش نے دیکھا۔ دُکان دار دُکان کے تختے پر سر تھامے بیٹھا ہے۔ اور چارپائی پر اُس کا ننھّا بچّہ پڑا ہے۔ جس پر اُس نے ٹوکری ڈھانپ رکھّی ہے۔ ٹوکری میں سے ننھے بچّے کی رونے کی آواز آرہی تھی + زرتاش نے رُک کر پوچھا۔ "کیوں میاں! اِس بچّے کو ٹوکری کے نیچے کیوں چھپا رکھّا ہے"؟

دُکان دار نے بتایا۔ "حضور! اِس کی ماں سرد مہر کی بھینٹ چڑھ چُکی ہے۔ ننھّا بچّہ پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ یہ معصوم بھی سرد مہر کے غصّے سے نہ بچ سکا + اُٹھا کر دُکان پر لے آتا ہوں۔ کہ اس کے دُودھ کے لئے چند پیسے کما لُوں + دکاندار مر گئے۔ ہر ہر چیز اتنی مہنگی

Taj Tahir Foundation

ہو گئی ہے۔ کہ غریبوں کے لئے گزر کرنا مُشکل ہو رہا ہے۔ یہاں اپنے پاس لِٹا لیتا ہوں۔ بیچارے کو مکھیاں ستاتی ہیں۔ ان سے بچانے کو اُوپر ٹوکری رکھ دیتا ہوں۔ اس طرح مکھیوں سے تھوڑی بہت امان مِل جاتی ہے"۔

زرتاش نے جیب سے نکال کر ایک مُہر دُکان دار کو دی۔ اور چُپ چاپ اُس کی دُعائیں سُنتا ہؤا آگے روانہ ہو گیا۔ وُہ کچھ سوچتا ہؤا معلوم ہوتا تھا۔

زمرہ نے اُسے چُپ دیکھ کر پُوچھا" کیا سوچ رہے ہو"؟

زرتاش بولا۔" سوچتا ہوں۔ کہ پہلی شرط پوری کرنے کو کم از کم ایک مہینہ ہمیں یہاں ٹھیرنا ہے۔ اس زمانے میں اگر کسی مچھّر کا بھی وار ہم پر چل گیا۔ تو ہم ختم ہو جائینگے"۔

زمرہ نے کہا" پھر"؟

زرتاش بولا۔" دِن میں تو مچھّر زیادہ باہر آتے نہیں۔ خیال رکھیں۔ تو اوڑھ لپیٹ کر ان سے کسی نہ کسی طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔ لیکن رات کا کیا ہوگا؟

تھیلوں میں دم گھُٹنے لگتا ہے۔ کِتنی راتیں اِن میں سو لینگے؟ اِس ٹوکری کو دیکھ کر میں سوچنے لگا۔ کہ رات کے وقت اپنی حفاظت کی کوئی ایسی ہی تدبیر ہمیں ضرور نکالنی چاہیئے"۔

زمرہ بولا" لیکن ٹوکری کے نیچے سونے سے تو خاک بھی حفاظت نہ ہوگی۔ ٹوکری میں چھید بڑے بڑے اور زیادہ ہوئے تو مچھّر اندر گھُس آئینگے۔ نہ ہوئے تو دم گھُٹنے لگے گا"۔

زرتاش بولا" مَیں سوچتا ہوں۔ اگر چارپائی کے اُوپر جالی کا ایک خیمہ لگا لیا جائے۔ تو کیسا ہے؟ اُس کی دیواروں کو نیچے سے بستر تلے دبا لینگے۔ اس طرح دم بھی نہ گھُٹے گا اور مچھّروں کے اندر آنے کا بھی کوئی راستہ نہ رہیگا"۔

زمرہ نے کہا" خیال تو معقول ہے۔ مگر جالی کا خیمہ پلنگ پر لگے گا کیونکر؟ میرے خیال میں چھت سے کُنڈے گاڑ کر لٹکا لینا چاہیئے"۔

زرتاش بولا" اِس کی کوئی صُورت نِکال لینگے"۔

شہر میں پھِر پھِر کر تھک گئے۔ تو دونو مہمان خانے کو لَوٹ آئے۔

Taj Tahir Foundation

شام کے وقت جب مُحافِظ رات کا کھانا چُننے آئے۔ تو اُنھوں نے زرتاش سے پُوچھا۔ کِسی خاص چیز کی ضرورت ہے"؟

زرتاش نے اُنھیں بتایا۔ کہ "ہمیں اپنے پلنگوں کے اُوپر لگانے کے لئے جالی کے خیموں کی ضرورت ہے"۔

محافظ مُتعجب ہوئے۔ بولے۔ "جالی کا خیمہ؟ سرکار اُس سے کیا ہوگا"؟

زرتاش نے کہا۔ "یہ نہ پُوچھو۔ ہمیں کِسی کاریگر سے دو خیمے ایسے تیّار کرا دو۔ جو ہمارے پلنگوں پر ٹھیک لگ سکیں"۔

محافظ پلنگوں کے ماپ لے کر روانہ ہو گئے۔ شام کے اُداس وقت میں زرتاش اور زمرہ غمگین بیٹھے تھے۔ کہ زرتاش بولا۔ "طبیعت افسردہ ہے۔ چلو اُوپر چلیں۔ وہاں رینا کے جھروکے میں شاید شمع جل رہی ہو"۔

شمع دریچے میں جل رہی تھی۔ اندھیرے میں اُمید کی ایک کرن۔ جو ایک آرزومند دل کے لئے تسکین کا پیغام تھی۔

رِینا کی بیتابی

جِس روز سے زرتاش رِینا سے رُخصت ہو کر وبا کے شہر میں گیا تھا۔ رِینا روز شام کے وقت اپنے ہاتھ سے شمع روشن کر کے اپنے قصر کے ایک اُونچے دریچے میں رکھتی تھی۔ شام کا وقت وہ اسی شمع کو دیکھنے میں صرف کرتی اور سوچتی۔ کہ اس وقت زرتاش بھی اس ننھی شمع کے شعلے کو تک رہا ہوگا۔ اِس خیال سے اُسے دِلی مسرّت ہوتی۔ اور باہر کی تاریکی پر مُسکراتا ہوا شعلہ ایک انوکھے طریق پر خود اُس کے دِل میں عزم و استقلال کی رُوح پھونکتا معلوم ہونے لگتا تھا۔

اُسے ہر وقت زرتاش کی سلامتی کا اندیشہ ستاتا رہتا تھا۔ وہ بے شُمار بہادر شاہزادوں کو رینان میں جا کر تمام ہوتے دیکھ چُکی اور ان کی بے وقت موت پر آنسو بہا چُکی تھی۔ خاموشی میں

Taj Tahir Foundation

اس کا دھڑکتا ہُوا دل بار بار اُسے کہتا۔ کہ اگر یہ حسین شہزادہ بھی جس کی محبّت کے گیت اُس کا دِل گا رہا ہے۔ دوسرے شہزادوں کی طرح تمام ہو گیا؟

کبھی کبھی یاس و نا اُمیدی اُس کے دل پر اس طرح غلبہ پالیتی۔ کہ وہ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگتی۔ اور تہیّہ کر لیتی۔ کہ جس روز بھی اُس نے زرتاش کے تمام ہونے کی خبر سُنی۔ وہ بھی اپنا کام تمام کر لے گی۔ اور اپنی موت کے ساتھ اس ہیبت ناک شرط کو بھی ختم کر ڈالے گی۔ جس پر ہر سال بہت سی خُوبصورت زِندگیاں بھینٹ چڑھ جاتی ہیں ٭

محافظ جب رِینان سے واپس آتے۔ وہ وقت اُس کے لئے عجیب بے چینی اور بے قراری کا وقت ہوتا تھا + قصر کے سب سے اُونچے بُرج پر چڑھ جاتی۔ جہاں سے رِینان کا دروازہ واضح طور پر نظر آتا تھا + محافظوں کی واپسی میں ایک ایک منٹ کی دیر اُس کی جان پر بنا دیتی تھی + جب وہ انھیں رِینان کے دروازوں سے نکل کر محل کی

طرف آتے دیکھتی۔ اور وہ درختوں کے درمیان اوجھل ہو جاتے۔ تو وہ ان کے پہُنچنے کے انتظار میں کئی کئی بار برج سے نیچے آتی اور پھر اوپر جاتی + کبھی اُنھیں کوستی۔ کہ وہ اِس قدر سُست رفتار کیوں ہیں۔ کبھی دُعائیں مانگتی۔ کہ وہ کوئی اچھّی خبر لائے ہوں ٭

محافظ جب قصر پر پہُنچتے۔ ہمیشہ شاہزادی کو اپنا منتظر پاتے۔ شہزادی کی بے قراری کا خیال کر کے وہ بے حد تیزی سے ہانپتے ہوئے واپس پہُنچتے تھے۔ اُن کی زبانی زرتاش کی سلامتی کی خبر سُن کر رِینا ایسی تسکین حاصِل کرتی۔ کہ مخلصی کے احساس کے ساتھ اُسے ضعف سا معلوم ہونے لگتا۔ اور وہ کھڑی کھڑی لڑکھڑا سی جاتی ٭

وقت کے ساتھ ساتھ شاہزادی کی بے قراری فزوں تر ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ اُس نے محافظوں کو ایک سفید علم بنوا کر دیا۔ اور کہا۔ کہ "خیریّت کی صُورت میں رِینان کے دروازے سے نکلتے ہی اُسے اُونچا کر دیا کریں + یہ نشانی مُقرّر ہونے کے بعد اُس کی تمام بے قراری وہ علم بلند ہوتے دیکھنے کے لئے رہنے لگی۔ ہر روز وہ گڑگڑا گڑگڑا کر

Taj Tahir Foundation

اللہ تعالیٰ سے زرتاش کی سلامتی کی دُعائیں مانگتی۔ اُس کی خیریت کی اِطّلاع پاتے ہی غریبوں اور ناداروں کو خیرات دیتی۔ اور ان سے کہتی۔ کہ زرتاش کی کامیابی کی دُعا وہ بھی کریں +

اُمّید و بیم کی اس کشمکش میں آخر ایک مہینے کی مُدّت گزرنے کو آگئی۔ رینا کی خُوشی کا کُچھ ٹھکانا نہ تھا۔ بعض اوقات شُبہ سا ہونے لگتا۔ کہ زرتاش سلامت ہے۔ بیٹھے بیٹھے یک لخت کسی محافظ کو طلب کرتی اور اُس پر جرح کرنے لگتی۔ اس کے رُقعوں کے جو جواب زرتاش نے لکھے تھے۔ اُنہیں نکال کر پڑھتی۔ اور پھر اِطمینان حاصل کرکے خُوشی کے ایک دھڑکتے ہُوئے سُرُور میں شُکریے کے آنسو بہانے لگتی۔ کہ اُس کی دُعائیں سُن لی گئیں +

ایک سیّاح

زرتاش اور زمرہ چند ہی روز میں رِینان میں زندگی بسر کرنے کے عادی ہوگئے۔ اُنھوں نے چھت میں کُنڈے گڑوا کر اپنے پلنگوں پر جالی کے خیمے لگوا لئے تھے۔ چُنانچہ رات کے وقت وہ مچھّروں سے بالکل محفوظ ہوتے۔ جب مچھّروں نے دیکھا۔ کہ وُہ ان کی پہُنچ سے باہر جالی کے خیموں میں سوتے ہیں۔ تو ان کے غم و غُصّے کا کُچھ ٹھکانا نہ رہا۔ تمام رات غَیظ و غضب کے عالم میں گھومتے اور جالی سے ٹکّریں مارتے + زرتاش رات کے وقت جب تک جاگ سکتا۔ ہر روز بے حد توجّہ سے مچھّروں کی باتیں سُنتا اور اُن کے متعلّق معلومات فراہم کرتا +

رفتہ رفتہ اُسے بے حد اہم معلومات حاصل ہوگئیں + اُسے معلوم ہُوا۔ کہ نفلی مچھّر دُوسرے مچھّروں سے زیادہ چوڑے ہوتے ہیں۔ اگر یہ

Taj Tahir Foundation

کسی چیز پر بیٹھے ہوں اور اُسے آہستہ سے ہلایا جائے۔ تو یہ پیچھے کی طرف دَوڑتے ہیں۔ دیوار پر بیٹھیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سر کے بل کھڑے ہیں۔ یہ عام طور پر رات کو پہلے وقت یا پچھلے پہر اندھیرے میں حملہ کرتے ہیں۔ ان کے بازُو بہ نسبت دوسرے مچھروں کے زیادہ جھکتے ہیں۔ مادہ کے مُقابلے میں نر زیادہ خوبصُورت ہوتا ہے۔ نر بالکل بے ضرر ہے۔ بیماری کی جڑ مادہ نفلی مچھر ہیں۔ ان کے کاٹنے کے بعد عام طور سے بارہ گھنٹے کے اندر اندر بُخار چڑھ آتا ہے۔

اس قسم کی معلومات حاصل کر کے زرتاش اور زمرہ نے مچھروں سے محفوظ رہنے کی پُوری کوشش کی۔ دونو کو بخوبی معلوم تھا۔ کہ اگر ایک بار ان مُوذیوں کو دِل کے ارمان نکالنے کا موقع مِل گیا۔ تو پھر ہمارا بھی وہی حشر ہوگا۔ جو ہم سے پہلے دوسرے لوگوں کا ہو چکا ہے۔

اُن کا دِن کا وقت بیماروں کو دیکھنے بھالنے میں صرف ہوتا تھا۔ زرتاش کو یقین تھا۔ کہ رینا

کی دو شرطیں پُوری کر لُونگا۔ خُود مچھروں سے بچ کر ایک مہینہ رینان میں سلامتی سے گزار دُونگا اور دُوسروں کے بچاؤ کی یہ تدبیر اُنہیں بتا دُونگا کہ وُہ مچھروں سے بچنے کی کوشش کریں۔ لیکن تیسری شرط اُسے ٹیڑھی معلوم ہوتی۔ کہ جو لوگ بیمار پڑ چکے اور اب تک زندہ ہیں۔ اُنہیں بھی تندرست کیا جائے۔ اسی خیال سے وُہ دِن دِن بھر بیماروں کے پاس جاتا۔ اور اُن کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ سوچتا تھا۔ اُن کے حالات پوری طرح معلوم ہو گئے۔ تو شاید اللہ تعالےٰ کوئی صُورت ایسی پیدا کر دے۔ جس سے معلوم ہو جائے کہ اُنہیں شفا کیوں کر بخشی جا سکتی ہے۔

ان کے حالات مشاہدہ کر کے اس نے معلوم کیا۔ کہ اس وبا میں مبتلا ہوتے ہی طبیعت سُست ہو جاتی ہے۔ جمائیاں آتی ہیں۔ یا دردِ سر ہوتا ہے۔ بدن ٹوٹتا ہے۔ سردی محسوس ہوتی ہے۔ سب سے پہلے سردی کندھوں پر محسوس ہوتی ہے۔ پھر پیٹھ پر۔ پھر تمام جسم میں۔ دانت بجنے لگتے ہیں۔ اور سارا جسم کانپنے لگتا ہے۔ جسم کا

Taj Tahir Foundation

رنگ زرد معلوم ہوتا ہے۔ اُنگلیوں کے سرے اور ہونٹ نیلے پڑ جاتے ہیں۔ پیاس لگتی ہے۔ کبھی کبھی قے بھی آتی ہے۔ دِل کھُلی ہوا میں لیٹنے کو چاہتا ہے۔ لرزہ عام طور سے دو بجے دوپہر اور آٹھ بجے کے درمیان محسوس ہوتا ہے۔ بچّوں کو لرزے کی بجائے تشنّج ہو جاتا ہے۔ لرزے کے بعد بخار بہت بڑھ جاتا ہے۔ جس میں گرمی کے باعث کپڑا اوڑھنا تک ناگوار معلوم ہوتا ہے + اس حالت میں بعض کو ہذیان کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس کے بعد بخار اُتر جاتا ہے اور شدید کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو گرمی سے بخار چڑھتا ہے۔ جسم پھُنکتا ہوُا معلوم ہوتا ہے۔ بدن کا رنگ اور آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں۔ زبان سفید پڑ جاتی ہے۔ کبھی قے بھی شروع ہو جاتی ہے۔ نبض تیز چلتی ہے۔ سر میں متواتر درد ہوتا ہے۔ کبھی کبھی غش بھی آجاتا ہے۔ یہ حالت نِصف گھنٹے سے تین چار گھنٹے تک رہتی ہے۔ اکثر اوقات سات گھنٹے میں طبیعت صاف ہو جاتی ہے +

بعض ایسے لوگ نظر سے گزرے۔ جنہیں پسینے سے بخار چڑھتا تھا۔ سب سے پہلے پسینہ پیشانی پر آتا۔ پھر آہستہ آہستہ تمام جسم پر آنا شروع ہو جاتا۔ یہاں تک کہ کپڑے اور بستر پسینے سے تر ہو جاتے + پسینے میں خاص قسم کی بُو ہوتی تھی۔ کچھ دیر بعد ساری شکایات رفع ہونی شروع ہو جاتی تھیں۔ اور مریض کو نیند آ جاتی تھی +

بعض لوگوں پر بخار کا حملہ چوبیس گھنٹے کے بعد ہوتا تھا۔ بعض پر اڑتالیس گھنٹے کے بعد اور بعض پر بہتّر گھنٹے بعد + خاص خاص لوگوں کو جو غیر معمولی قسم کے بخار ہوتے تھے۔ وہ تو بہت ہی خوفناک اور اذیت بخش تھے + زرتاش ایک ایک کا حال بہت غور سے روزانہ دیکھتا۔ اور دن رات اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعائیں مانگتا۔ کہ کسی طرح اُس کے ذریعے یہ لعنت اس خوبصورت شہر پر سے دُور ہو جائے اور اُس کی گلیوں میں مسرّت و شادمانی پھر کھیلتی نظر آئے +

ایک روز وہ اس قسم کے خیالات میں غرق زمرہ کے ساتھ شہر میں سے گزر رہا تھا۔ تو اُس

Taj Tahir Foundation

نے دیکھا۔ کہ ایک عالی شان حویلی کے دروازے میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا اس شدّت سے زار و قطار رو رہا ہے۔ کہ ہچکیاں بندھ رہی ہیں۔ اُس کے سفید بالوں اور جھکی ہوئی کمر پر رحم کھا کر زرتاش سے آگے نہ بڑھا گیا۔ اُس کے پاس پہنچا۔ اور دریافت کیا۔ کہ ”بڑے میاں تُم کیوں رو رہے ہو؟“

ضعیف شخص نے ایک ہمدرد پایا۔ تو آنسُو روک کر اور دِل سنبھال کر بمشکل بتایا۔ کہ مَیں ایک سیّاح ہوں۔ جب یہ شہر آباد ہوُا تھا۔ تو اپنے بچّوں اور بچّوں کے بچّوں کو یہاں چھوڑ کر دُنیا کی سیاحت کو نِکل کھڑا ہوُا تھا+ کئی برس کے بعد آج واپس آیا ہوں۔ تو دیکھا۔ کہ گھر ویران پڑا ہے۔ میرے بال بچّوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ ایک ہمسائے کی زبانی معلوم ہوُا۔ کہ وہ سب سرومہر جِنّ کے انتقام کا شکار ہو چکے ہیں+ زرتاش نے اُسے تسلّی و تشفّی دی۔ اور کہا۔ کہ بڑے میاں یہاں ایک تُمہارا ہی خاندان نہیں اُجڑا۔ یہ سارے کا سارا شہر برباد ہو چکا ہے۔ اتنی بڑی بربادی کا خیال کر کے اپنے دِل کو تسکین دو۔ ہم یہاں اس کوشش

میں مصروف ہیں۔ کہ کسی طرح اس شہر کو اس وبا کی لعنت سے مخلصی دلائیں +

بوڑھے نے پوچھا۔ ”یہاں کوئی وبا پھیلی ہے یا کِسی جِنّ کا گُزر ہے؟“

زرتاش نے کہا۔ ”جاہِل لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ تباہی کِسی جِنّ کے غصّے کا باعث ہے۔ لیکن مَیں معلوم کر چُکا ہوں۔ اس کا اصل باعِث کیا ہے؟ میرے ساتھ آیئے۔ تب آپ کو سارا حال بتاؤں گا۔ یہاں آپ کے گھر پر تو اب کوئی رہا ہی نہیں۔ آپ میرے ساتھ قیام کریں۔ میں ایسی تدبیر بھی کر دُونگا۔ کہ آپ خُود اس وبا سے محفوظ رہیں“+

زرتاش اور زمرد بوڑھے سیّاح کو اپنے ساتھ مہمان خانہ میں لے آئے۔ اُسے غسل کرایا۔ اِصرار کر کے کچھ کھلایا پلایا۔ اور جب اُس کے حواس بجا ہوئے۔ تو اُس کو وبا کا سارا حال سُنا کر بتایا۔ کہ جو تباہی آپ کے خاندان پر گزر گئی۔ اُس کا خیال کر کے آپ بھی ہمارے ساتھ کوشش کریں۔ کہ اس شہر سے یہ وبا دُور ہو۔ اور یہاں پھر صحّت و خوشحالی کا دَور دَورہ ہو جائے+

زرتاش نے مریضوں کے جو حالات دیکھے تھے۔

Taj Tahir Foundation

وہ بوڑھے سیّاح کو سُنا کر بولا۔ کہ "آپ دُنیا کے بہت سے حصّوں کی سیاحت کر چُکے ہیں۔ شاید اس قسم کی وبا دُنیا کے کسی اَور حصّے میں بھی آپ کی نظر سے گزری ہو۔ کہیں اِس کا کوئی عِلاج بھی معلوم کیا گیا ہے"؟

بوڑھا خاموش ہو کر فکر میں غرق ہو گیا۔ اُس کی دُھندلی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ حافظہ پر انتہائی زور ڈال رہا ہے۔ بولا "صاحبزادے! اِن ضعِیف آنکھوں نے اتنے مُلک اور اُن کے اتنے حالات دیکھے ہیں۔ کہ سب کو یاد کرنا بھی میرے لئے کُچھ آسان کام نہیں ہے"۔

زرتاش نے کہا۔ "آپ اَیسے مقامات کو یاد کریں۔ جہاں دلدلیں یا کھڑے پانی کے بڑے بڑے قطعے ہوں۔ ایسے ہی مقامات پر مچھر بہت زیادہ پیدا ہوتے اور اس وبا کو بے حد کثرت سے پھیلا دیتے ہیں"۔

بوڑھا ایک بار پھر خاموشی میں غرق ہو گیا۔ کُچھ دیر کے بعد سر اُٹھا کر بولا "تُم نے کہا تھا۔ یہ بُخار ایک دِن یا دو دِن یا تین دن چھوڑ کر حملہ

کرتا ہے"۔

زرتاش نے خوشی کی بے قراری سے کہا۔ "جی ہاں"!

بوڑھا۔ "مجھے یاد آ گیا! قمران کی دلدلوں کے کنارے بعض لوگوں میں ایسے بخار کا اتنا زور ہوتا ہے۔ کہ بوڑھا بچّہ کوئی بھی اس سے نہیں بچنے پاتا۔ لیکن وہاں چند ہی میل کے فاصلے پر ایک تالاب ہے۔ جو قُدرت نے ان لوگوں کی جان بچانے کی غرض سے پیدا کر رکھا ہے۔ اُسے وہاں کے لوگ آبِ حیات کا تالاب کہتے ہیں۔ جو کوئی اُس کا پانی پیتا ہے۔ اُس کا بخار چند ہی روز میں رفع ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی بُخار سے پہلے اُس کا پانی برابر پیتا رہے اُسے یہ بخار ہونے ہی نہیں پاتا"۔

تالاب کا نام سُن کر زرتاش سوچ میں پڑ گیا۔ کسی دوا کا سُراغ مِلتا۔ تو وہ اس کی بوریوں کی بوریاں رینان میں لاد لاتا۔ کسی جڑی بوٹی کا پتہ پاتا۔ تو رینان کی ساری زمین میں اُس کی کاشت کرا دیتا۔ لیکن تالاب کا پانی بہت بڑی مقدار میں

Taj Tahir Foundation

دور دراز سے لے کر آنا آسان نہ تھا۔ تاہم اُس نے بُوڑھے سیاح سے اُس سرزمین کا راستہ سمجھا اور تالاب کے حالات تفصیل سے پوچھتا رہا۔

سیاح کے آجانے سے زرتاش اور زمرہ کا دل بہل گیا۔ پہلے ان کی محسن و غمگسار تنہائی تھی۔ تنہائی سے اُکتاتے تو شہر میں جاتے اور مریضوں کو دیکھتے اُن کی مصیبت اُنہیں اَور رنجیدہ اور اُداس بنا دیتی۔ اب فراغت کے اوقات میں ضعیف سیاح اُنہیں دور دراز کی سرزمینوں کے دلچسپ حالات سُناتا۔ اُس کی سیاحت اور تجربات زندگی کی داستانوں میں وقت گزرتا ہؤا معلوم بھی نہ ہونے پاتا تھا۔ سیاح دوبارہ نئی سیاحتوں پر نکل جانا چاہتا تھا۔ لیکن زرتاش اور زمرہ کے اصرار پر اس نے یہ منظور کر لیا۔ کہ جب تک زرتاش کو ریناں میں رہنا ہے۔ وہ ان کے ساتھ ٹھیرے گا۔ اور جس روز یہ دونو اس شہر سے رخصت ہونگے۔ وہ بھی کسی نئی سرزمین کا رُخ کرے گا۔

زرتاش دربار میں

آخر ایک مہینہ گزر گیا۔ شادیانوں کے ساتھ اعلان ہؤا۔ کہ قبرس کا شاہزادہ زرتاش شاہزادی رینا کی پہلی شرط پوری کر چکا اور ریناں میں ایک مہینہ سلامتی سے گزر کر کے اگلے روز واپس آ رہا ہے۔

جس صبح زرتاش کو ریناں سے واپس آنا تھا۔ رینا کے اضطراب کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ مہینہ بھر اُمید و بیم میں زندگی گزارنے کے بعد آج مسرّت نے اُس کے چہرے پر ایسی تمتماہٹ پیدا کر دی تھی۔ کہ زرتار شاہانہ لباس اور احتیاط سے کئے ہوئے سنگھار میں وہ کسی شاعر کے خواب کی مخلوق معلوم ہوتی تھی۔

دربار میں جہاں عالموں اور فاضلوں۔ حکیموں اور داناؤں کا جمِّ غفیر تھا۔ بادشاہ کے ساتھ رینا بھی زرتاش کی آمد کی منتظر تخت پر بیٹھی تھی۔

Taj Tahir Foundation

یک لخت نوبت پٹنی شروع ہوئی۔ شادیانوں کی آواز سے تمام دربار گونج اُٹھا۔ ایوان کے عالیشان دروازے کُھل گئے اور غلاموں نے لمبے لمبے مشجر کے پردے سرکا دِئے۔ رِبنا کے دھڑکتے ہوئے دِل نے دیکھا۔ کہ زرتاش کامیابی کی خوشی سے جگمگاتا چہرہ لئے بے تکلّف قدم اُٹھاتا اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔

تخت کے قریب پہنچ کر وہ دو زانو ہو گیا۔ سر جُھکا کر بادشاہ کی تعظیم بجا لایا۔ رِبنا کے دامن کو بوسہ دیا اور بولا! "سریر آرا اور شاہزادی عالی وقار!! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کی دُعاؤں کی امداد سے میں رِبنان میں ایک مہینہ گزار کر آ گیا ہُوں۔ سرد مہر جِنّ کو مَیں نے تمام کر ڈالا ہے اور اُس کی لاش میرے قبضے میں ہے"۔

دربار میں ایک غُلغلۂ تحسین برپا ہُوا۔ یہ اچانک خبر سُن کر لوگوں کی بےچینی و بےتابی کا کچھ ٹھکانا نہ رہا۔ بادشاہ نے متحیّر ہو کر پُوچھا۔ "وہ کہاں ہے"؟

زرتاش نے مُڑ کر اِشارہ کیا۔ زمرہ دروازے کے

قریب رُک گیا تھا۔ وہ زرتاش کے قریب آیا اور بادشاہ اور شہزادی کی تعظیم بجا لانے کے بعد اُس نے ایک جڑاؤ ڈبیا زرتاش کے ہاتھ میں دی۔

زرتاش نے ڈبیا ہاتھ میں لے کر کہا۔ "وہ نعش اِس ڈبیا میں ہے"!

اس اِعلان سے لوگوں کی حیرت فزوں تر ہو گئی۔ دربار میں چہ میگوئیوں اور سرگوشیوں کا ایک طوفان سا آ گیا۔ زرتاش نے ہاتھ اونچا کر کے سب کو خاموش کیا اور پھر بادشاہ کو مُخاطب کر کے بولا۔ "آپ میرے الفاظ پر شبہہ نہ کیجئے۔ میری سچائی کا سب سے بڑا ثبوت میری اور میرے رفیق کی سلامتی ہے۔ سرد مہر کی لاش اِس ڈبیا میں ہے۔ جسے اب مَیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اُس نے ڈبیا کھول دی اور بادشاہ کی طرف بڑھائی۔ رِبنا نے بھی اشتیاق سے سر موڑ کر ڈبیا کی طرف دیکھا۔ اس کے سفید پتھر کے پینڈے پر ایک مرا ہوا نقلی مچھر پڑا تھا۔

بادشاہ نے حیران ہو کر کہا۔ "یہ تو مچھّر ہے"!

Taj Tahir Foundation

دربار میں سب لوگوں نے حیرانی سے مچھّر کا لفظ دُہرایا۔ بادشاہ نے زرتاش کو مُخاطب کر کے پوچھا "اس سے تُمہارا کیا مطلب ہے"؟

زرتاش نے جانوروں کی زبان کے علم اور اپنی تحقیق کی تمام داستان سُنا کر کہا:۔ "عالیجاہ! جن اموات کو سردمہر کی انتقام پسندی سے منسوب کیا جاتا رہا۔ وہ سب اس ننھّے سے کیڑے کی زہر فشانی کا نتیجہ تھا۔ اس مچھّر نے جسے آج تک انسان سوائے ایک پریشان کرنے والے کیڑے کے اور کچھ نہیں سمجھا۔ ہزاروں ہنستے کھیلتے خاندان ایسے برباد کئے۔ کہ کوئی اُن کا نام لینے والا باقی نہ رہا۔ یہ اِسی کیڑے کا فتنہ ہے۔ کہ ریبنان جیسے خوبصورت اور عالیشان شہر میں اُلّو بول رہا ہے۔ جہاں سرسبز اور لہلہاتی فصلیں ہونی چاہئے تھیں۔ وہاں خاک اُڑ رہی ہے۔ بازار ویران پڑے ہیں۔ تجارت اور صنعت و حرفت تباہ ہو چُکی ہے۔ سر بفلک حویلیوں پر ہُو کا عالم طاری ہے یا بچے کھچے اور وبا کے کرب میں گرفتار انسانوں کے کراہنے کی آواز سُنائی دے رہی ہے۔ یہ کیڑا جو بظاہر

اِتنا ناچیز اور بے حقیقت ہے۔ کہ انسان کی چُٹکی اُسے مَسل کر تمام کر سکتی ہے۔ فی الحقیقت اُن زہریلے سانپوں سے زیادہ زہریلا اور خوفناک ہے۔ جو کُچلے جانے پر کاٹتے ہیں۔ اپنے قبرستانوں کی قبروں کو گِنئے۔ جو لوگ اس کیڑے کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ ان کی تعداد کا خیال کیجئے اور اپنے آپ کو اس کے حملوں سے بچائیے"+

لوگ اِس حیرت ناک داستان کو جو اِنہیں پریوں اور جنوں کی داستان سے زیادہ انوکھی معلوم ہو رہی تھی۔ ایک محویت کے عالم میں سُن رہے تھے۔ تمام ایوان میں ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہ سوئی گرنے کی آواز سُنائی دے سکتی تھی+ زرتاش اپنی تمام معلومات اُنہیں سُنا کر بولا "میں نے شاہزادی رینا کی آرزو پر اس پُر اسرار وبا کا راز معلوم کر لیا۔ اور ایک ماہ مچھّروں سے بچ کر اس شہر میں بسر کر ڈالا۔ میں نے ساتھ ہی شہزادی کو حاصل کرنے کی ایک دوسری شرط بھی پُوری کر دی ہے۔ یعنی معلوم کر لیا ہے۔ کہ نئے

Taj Tahir Foundation

لوگ کیوں کر اس وبا سے بچ کر رینان میں سلامت رہ سکتے ہیں۔ اس کی تدبیر صرف یہی ہے۔ کہ وہ راتوں کو جالی کے خیموں میں سوئیں۔ تاکہ خیمہ کے اندر تازہ ہوا برابر آتی رہے۔ لیکن جالی کے باریک سُوراخوں میں سے مچھر اندر نہ جانے پائیں۔ اِس وبا کے مچھّر چونکہ زیادہ تر رات ہی کو انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس لئے محض اتنی ہدایت پر عمل کرنے سے لوگ بڑی حد تک اس وبا سے محفوظ رہ سکتے ہیں + اب میرے سامنے شہزادی کو حاصل کرنے کی تیسری شرط ہے۔ کہ جو لوگ اس وبا میں گرفتار ہیں۔ یا جن کے آیندہ بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ ان کے بچاؤ کا کوئی اَور علاج معلوم کر لوں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مجھے پختہ اُمیّد ہے۔ کہ انشاء اللہ بہت جلد میں اس شرط کو پورا کرنے میں بھی کامیاب ہو جاؤنگا + میں صرف آج کا دِن یہاں ہُوں۔ کل کی صبح میں اس تریاق کو حاصل کرنے روانہ ہو رہا ہوں۔ جس سے بہت سے مبتلائے مُصیبت لوگوں کی جانیں بچ سکینگی۔ مجھے یقین ہے۔ کہ آپ لوگ اپنی دعاؤں میں مجھے

بھُول نہ جائینگے اور میری مُخلصانہ کوششیں اِس سوگوار شہر کو دُنیاوی آسائشوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے شادماں دیکھے بغیر دم نہ لینگی" +

زرتاش کی تقریر ختم ہوتے ہی تمام ایوان، فلک شگاف نعرہ ہائے مسرّت سے گُونج اُٹھا۔ عُلماء و فُضلا نے اُسے گھیر لیا۔ ہر ایک اُس کی تحقیق و تفتیش پر متحیّر تھا اور طرح طرح کے سوالات کر رہا تھا۔ رینا بے تابی کے عالم میں منتظر تھی۔ کہ کب اُسے جرح سے فراغت ہوتی ہے۔ کہ چند لمحے وہ خُود اُس کے ساتھ یکسُوئی سے گزار سکے +

Taj Tahir Foundation

رینان سے رُخصت

شام کا اندھیرا گہرا ہو چُکا تھا۔ جب زرتاش کو اپنی مصروفیتوں سے فراغت حاصل ہو سکی۔ ملاقاتیوں سے فراغت پائی۔ تو خود بادشاہ اُسے تنہائی میں اپنے ساتھ لے گیا۔ اور کُرید کُرید کر مچھّروں کے حالات اور اُن کی آپس کی باتیں سُنتا رہا اور مشورہ کرتا رہا۔ کہ کیا تدبیریں کی جائیں۔ جن کی وجہ سے رینان مچھّروں سے محفوظ رہ سکے۔

زرتاش نے بتایا۔ کہ ”اس کے متعلّق سوچنے اور کئی انتظام کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس سے پہلے میں اِس بیماری کا تریاق حاصل کرنے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ تا کہ جو مریض اس مرض میں گرفتار ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ان کی جان بچانے کی کوشش کر دیکھوں“۔

بادشاہ نے بے حد اِصرار کیا۔ کہ چند روز تفریح

کے لئے اس کے پاس قیام کرے اور تازہ دم ہونے کے بعد مہم پر روانہ ہو۔ لیکن زرتاش نے کہا۔ کہ ”میں ایک روز بھی ضائع کرنا پسند نہیں کرتا اور کل صبح ہی روانہ ہو جانے کا تہیّہ کر چُکا ہوں“۔

بادشاہ نے اُس سے بہتیرا پوچھا۔ کہ کہاں جانے کا قصد ہے اور اس کے لئے کِس قسم کی تیاری کی ضرورت ہے۔ مگر زرتاش نے اُسے اس کے سوا اور کُچھ نہ بتایا۔ کہ مَیں قمران کی دلدلوں کا سفر کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس کے لئے مجھے کسی قسم کی تیاری اور امداد کی ضرورت نہیں۔ صرف میرا رفیق زمرہ میرا ہمسفر ہوگا“۔

شام کو شاہزادی رینا نے زرتاش کے اعزاز میں ایک بہت بڑی ضیافت اور رقص کا انتظام کر رکھّا تھا۔ حریر و دیبا کے سرسراتے ہوئے رنگا رنگ لباسوں سے تمام مرمریں محل ایک گلستاں بنا ہؤا تھا۔ جس میں نازک اندام نازنینیں اپنے ننھے ننھے پاؤں میں گھُنگرو باندھے اور بربط سینے سے لگائے جِھلمِلاتے لباسوں میں رقص کر رہی تھیں۔ اور اُن کے کیف آور نغمے خُوشبوؤں پر تیرتے ہوئے تمام ایوان

Taj Tahir Foundation

کو رشکِ پرستان بنا رہے تھے ۔

ضیافت ختم ہونے کے بعد زرتاش اور رینا محل کے ایک جھروکے میں آ کھڑے ہوئے ۔ چودھویں کا چاند آسمان کی جھیل میں تیر رہا تھا ۔ زرتاش اور رینا چپ چاپ کچھ دیر اُسے دیکھتے رہے ۔ آخر زرتاش بولا ۔" شہزادی ! میری نئی مہم کی مشکلات میں میرا حوصلہ بڑھانے کے لئے تمہاری شمع کی روشنی نہ ہوگی ۔ تم سے دور ۔ نئی سرزمینوں کی راتوں میں مجھے شاید اس چاند کی روشنی سے تسکین مل سکے ۔ جیسے اس وقت ہم اکٹھے دیکھ رہے ہیں " ۔

رینا بولی ۔" ہر چاند رات میں مَیں چاند کو دیکھا کرونگی ۔ اور ہم جہاں کہیں بھی ہونگے چاند پر ہم دونو کی نگاہیں مل جایا کرینگی " ۔

زرتاش بولا ۔" شہزادی ! تمہاری نوازش نے تمہاری شرطوں کو میرے لئے کس قدر آسان بنا دیا ہے " ۔

رینا آہستہ سے بولی ۔" تمہیں معلوم نہیں ۔ تم سے ملنے کے بعد میں کتنی مرتبہ اپنی شرطوں پر دل میں پچھتا چکی ہوں " ۔

زرتاش بولا " شہزادی ! اس بے نظیر حُسن کو حاصل کرنے کے لئے اس سے آسان شرطیں ہرگز نہ ہونی چاہئے تھیں " ۔

حیا اور خوشی سے رینا کا چہرہ تمتما اُٹھا ۔ اُس نے نظریں جھکالیں اور دوسری بات شروع کردی ۔" اس نئی مہم میں کسی قسم کا خطرہ تو نہیں " ؟

زرتاش مسکرا کر بولا ۔" میرے لئے خطرے مہم کی دہشت کو بڑھاتے نہیں ۔ اُس میں زیادہ دلکشی پیدا کر دیتے ہیں " ۔

رینا نے پوچھا ۔" اِس سفر سے کب تک لوٹ آنے کی اُمّید ہے " ؟

زرتاش بولا ۔" تقدیر کے سوا کس کو اس کا علم ہے ۔ لیکن شہزادی ! واپس تم سے آ ملنے کی آرزو مجھے آرزوئے شوق کے پروں پر لے جائے اور واپس لائیگی " ۔

رات کو رقص و سرود کا ہنگامہ دیر تک جاری رہا ۔ چونکہ اگلی صبح ایک غیر معیّن مدّت کے لئے انہیں جدا کر دینے کو تھی ۔ اس لئے رینا اور زرتاش دونو

Taj Tahir Foundation

چاہتے تھے۔ کہ اُس رات کا جس قدر حصہ باہم گُزار سکیں۔ گزار لیں۔ لیکن بادشاہ نے یہ کہہ کر کہ اگلے روز زرتاش کو دُور دراز روانہ ہونا اور تمام دن سفر میں گُزارنا ہے۔ محفل برخاست کر کے انہیں آرام کرنے کا مشورہ دیا ۔

صُبح کو ابھی مشرق کے آسمان پر تبسّم کی پہلی جھلک ہی نمودار ہوئی تھی۔ کہ زمرہ نے روانگی کی تیاری کر کے زرتاش کو جگا دیا اور اس سے پہلے کہ محل میں دن کے ہنگامے شرُوع ہوں۔ دونوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر اُس شہر کو خیر باد کہا۔

کچھ دور جانے کے بعد زرتاش نے مُڑ کر محل پر نظر ڈالی۔ تو اس کے ایک برج میں اس نے دیکھا۔ کہ رینا کھڑی اُنہیں دیکھ رہی اور اپنا آسمانی رومال ہلا ہلا کر الوداع کہ رہی ہے ۔

"آبِ حیات کی حیات"

اِس سفر میں زرتاش کو کیا کیا واقعات پیش آئے۔ ان کی تفصیل ایک دوسری مُکمل کتاب کی ضخامت کی محتاج ہے۔ چٹیل میدانوں میں جہاں حدِّ نظر تک سرسبزی کا سُراغ نہ ملتا تھا۔ تپتے ہوئے صحراؤں میں جہاں وارفتہ بگولے زمین سے اُٹھ اُٹھ کر آسمان تک پہنچتے تھے۔ گھنے جنگلوں میں جہاں ایک طرف دیو پیکر درختوں کے سایوں نے دن کے وقت کاجل کا سا اندھیرا کر رکھا تھا اور دوسری طرف جھاڑیوں اور لٹکتی ہُوئی شاخوں نے راستہ مسدود کر دیا تھا۔ پہاڑوں کے سلسلوں میں جہاں ایک طرف عمودی چٹانیں آسمان کو چُومتی اور دوسری طرف کھڈوں کی ظلمات تحت الثریٰ کی راہ دکھاتی تھی کف نکالتے اور بھنور بناتے ہوئے دریاؤں اور نالوں میں حوادث کا مقابلہ کرتا اور اپنی جد و جہد سے ہر مشکل پر فتحیاب ہوتا ہوُا وُہ اضطراب شوق میں دیوانہ وار

Taj Tahir Foundation

اِس طرح سفر کر رہا تھا۔ کہ اُس وقت تک جب کہ تکان اُسے چور چور نہ کر ڈالتی۔ وہ کسی طرح کہیں ٹھیرنے یا دم لینے کا ارادہ نہ کرتا۔ چاندنی راتوں میں جب آرام کرنے کے لئے وہ کہیں ٹھیرتا۔ تو آسمان پر چاند دیکھ کر اُسے رِینا کا حسین چہرہ یاد آجاتا۔ وہ دُکھے ہوئے دل کے ساتھ خیال کرتا۔ کہ اس وقت رینا اپنے محل کے کسی اکیلے برج میں کھڑی اس چاند کو دیکھ رہی اور اُس کا ہی خیال کر رہی ہوگی۔ رینا کی یاد اُس کی بے تابی کو اور بڑھا دیتی اور اُس تک جلد پہنچنے کا خیال اسے اور بھی تیزی سے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے بے تاب کر دیتا تھا۔

اِسی غیر معمولی مستعدی اور عزم و استقلال کا نتیجہ تھا۔ کہ وہ تین ماہ کی مسافت دو ماہ میں طے کر کے آخر قمران کی دلدلوں تک جا پہنچا۔ اس سرزمین میں حبشی لوگ آباد تھے۔ زرتاش اور زمرہ اپنے سُرخ و سفید رنگ۔ خوبصورت نقش اور قیمتی لباسوں کی وجہ سے ان لوگوں میں ایک تماشا بن گئے۔ انہیں دیکھنے کے لئے گھروں سے لوگ دوڑ پڑے اور سب

نے آکر اُن کے گرد ایک گھیرا ڈال لیا۔ بمشکل دونو نے اُن سے پیچھا چھڑایا اور وہاں کے ایک زمیندار کو روپیہ دکھا کر اُس کی ایک جھونپڑی میں رہنے کا بندوبست کیا۔

سفر کی تکان اُترتے ہی اگلے روز زرتاش نے گھر کے لوگوں سے بات چیت شروع کی۔ حکیم الیاس سے اُس نے بہت سی زبانیں بولنی سیکھ لی تھیں۔ سب کو ایک ایک کر کے آزمایا۔ اِتفاق سے ایک زبان ایسی نکل آئی۔ جسے یہاں کے حبشی بھی سمجھ سکتے تھے۔ اس زبان میں زرتاش نے ان سے چشمۂ آبِ حیات کا حال دریافت کیا۔

چشمۂ آبِ حیات سے وہاں کوئی بھی ناواقف نہ تھا۔ گاؤں کے ننھّے ننھّے ننگ دھڑنگ بچّے ذرا سے اِنعام کے لالچ میں اسے وہاں لے جانے پر آمادہ ہو گئے۔

اس جگہ پہنچ کر اُس نے دیکھا۔ کہ ایک نئی قسم کے درختوں سے گھری ہوئی ایک جھیل ہے۔ درخت نہ صرف جھیل کے کنارے کنارے ہیں۔ بلکہ اس کے اندر بھی موجود ہیں اور کئی درخت گِر گر

Taj Tahir Foundation

اُس کے اندر آ پڑے ہیں۔ زمرہ نے زرتاش سے کہا۔" اس کا پانی چکھ کر دیکھنا چاہیئے"۔

چُلّو میں پانی لے کر اُنھوں نے مُنہ میں ڈالا۔ تو اس قدر کڑوا کہ مُنہ بُرے بن گئے۔ حبشی بچّے جو انھیں اپنے ساتھ لائے تھے اور آنکھوں میں شوخی لئے اُن کو یہ پانی چکھتے دیکھ رہے تھے۔ ان کا مُنہ بگڑتے دیکھ کر قہقہہ لگا کر ہنس پڑے اور بولے" یہ پانی ہے تو کڑوا۔ مگر بڑی سخت بیماری سے نجات دِلا دیتا ہے"۔

زرتاش نے امتحاناً اُن سے پُوچھا" کیسی بیماری سے"؟ تو اس کے جواب میں اُنھوں نے بیماری کے جو حالات سُنائے۔ وُہ بالکل وہی تھے۔ جو ریبنان میں ہر ایک کو لاحق تھی۔

زمرہ نے کہا۔" بچّوں سے پُوچھو۔ کہ ایسا کڑوا پانی تُم پی کیسے لیتے ہو"؟

بچّے بولے" یہ کڑوا پانی نہ پئیں۔ تو بیمار پڑے رہیں۔ نہ اُٹھ کر چل پھر سکیں اور نہ کچھ کھاپی سکیں۔ وہ تکلیف بُری یا ذرا سی دیر کو مُنہ کڑوا کر لینا بُرا"؟

ایک دُوسرا بچّہ بولا" اور پھر یہ پانی پینا ہی کِتنا

پڑتا ہے۔ بہت ذرا سا۔ ایک دو روز پی کر تندرست ہو جاتے ہیں"۔

زرتاش نے زمرہ سے کہا" گوہر مقصود تو ہاتھ آگیا۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اس پانی کو ریبنان کیسے لے جایا جائے"؟

زمرہ بولا۔" اس کے سوا اَور کیا چارہ ہے۔ کہ بہت سے پیپے خرید کر بھر لئے جائیں۔ اور انھیں جانوروں پر لاد کر لے چلیں"۔

زرتاش نے کہا۔" اندیشہ یہ ہے۔ کہ بہت دیر تک پیپوں میں بند رہنے سے یہ پانی بگڑ کر بے تاثیر نہ ہو جائے"۔

زمرہ بولا" اندیشہ تو ضرور ہے۔ بہر حال اِس کے مُتعلق یہیں کے کسی شخص سے مشورہ کرنا چاہیئے"۔

زرتاش نے بچوں کو اِنعام دے کر اُن سے کہا۔" تُم ہمیں اپنے گاؤں کے مُکھیا کے پاس لے چلو"۔

بچّے اِنعام پا کر خُوشی سے اُچھلتے کُودتے اُنھیں گاؤں کے مُکھیا کے پاس لے گئے۔ گاؤں کا مُکھیا ان کی آمد کی خبر سُن چُکا تھا۔ زرتاش کے شاہانہ

Taj Tahir Foundation

چہرے اور رعب داب سے مرعوب ہو کر اُس نے اُسے عزّت کے ساتھ اپنی جھونپڑی میں ایک شببر کی کھال پر بٹھایا اور ان کے آنے کی وجہ دریافت کی ۔

زرتاش نے اُسے وبا کا حال بتا کر کہا۔ کہ "اس کے علاج کے لئے چشمۂ آبِ حیات کا پانی لینے ہم آئے ہیں"۔

سردار بولا۔" دُور دُور سے لوگ اس پانی کے لئے یہاں آتے ہیں۔ لیکن آپ کے چہرے اور لباس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کہیں بہت ہی دُور سے آئے ہیں" ؟

زرتاش بولا۔ یہی تو ہماری بڑی مُشکل ہے۔ ہم بہت دُور سے آئے ہیں اور پریشان ہیں۔ کہ یہاں کا پانی اتنی دُور اپنے ساتھ کس طرح لے جائیں۔ ڈر ہے۔ کہ مہینوں کے سفر سے پانی بگڑ جائیگا"۔

سردار ہنس کر بولا۔ تُمھیں پانی چاہیئے یا بیماری کی دوا" ؟

زرتاش بولا۔" ہمیں چاہیئے تو دوا ہے۔ لیکن مُشکل یہ ہے۔ کہ دوا یہی پانی ہے"۔

سردار نے کہا۔" یہ پانی دوا نہیں ہے۔ یہ پانی تو یہاں کے آس پاس کے لوگوں کے کام آتا ہے۔ جس کسی کو بخار ہُوا۔ اُس نے آ کر ایک کٹورا جھیل سے بھرا اور لے گیا اور بیمار کو پلاتا رہا۔ دُور دُور سے جو لوگ آتے ہیں۔ وہ پانی نہیں لے جاتے۔ اُس چیز کو لے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اِس پانی میں بخار اُتارنے کی تاثیر پیدا ہو گئی ہے"۔

زرتاش نے شوق سے پُوچھا" وُہ کیا چیز ہے؟

سردار نے کہا۔" وہ ان درختوں کی چھال ہے۔ جو اس جھیل میں اور اِس کے چاروں طرف اُگے ہوئے ہیں۔ یہ درخت اس جھیل کے اندر بھی گر پڑتے ہیں۔ ان کی چھال کی دوا پانی میں مِل جاتی اور اُس میں بُخار اُتارنے کی تاثیر پیدا کر دیتی ہے"۔

یہ سُن کر زرتاش کی خُوشی کا کچھ ٹھکانا نہ رہا۔ وہ بولا۔" اس درخت کی جتنی چھال آپ ہم پہنچا سکیں ہم پہنچا دیں اور اگر اس درخت کا کوئی بیج یا قلم یا ایسا پودا عنایت کر سکیں۔ جس سے یہ دوسری جگہ بھی اُگ سکے۔ تو مَیں مُنہ مانگی قیمت پر خریدنے کو تیّار ہُوں۔

Taj Tahir Foundation

سردار بولا۔ "اس کا درخت اگر دوسری جگہ اُگ گیا۔ تو پھر تم آیندہ ہمارا رُخ کیوں کروگے؟ ہماری آمدنی کا ذریعہ مارا جائیگا"۔

زرتاش نے کہا۔ "اِسی لئے تو مَیں مُنہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیّار ہوں"۔

کئی گھنٹے کی بحث کے بعد بہت بڑی قیمت مُقرر کرکے سردار اِس سَودے پر آمادہ ہو گیا۔

زرتاش نے کہا۔ "میرے پاس ضائع کرنے کو ذرا سا بھی وقت نہیں۔ آپ اپنے آدمیوں کو حُکم دیجئے۔ کہ وہ فوراً درخت کی چھال جمع کریں۔ بار برداری والے جس معاوضے پر یہ چھال لے کر میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوں۔ میں ادا کرنے کو تیّار ہوں"۔

اُسی وقت درخت کی چھال اُتارنے والے مزدور اور باربرداری کے لوگ بُلائے گئے۔ سردار اور زرتاش نے باربرداری والوں کو بتایا۔ کہ اگر تُم اپنے جانوروں پر اسباب لاد کر ساتھ چل سکو۔ تو اپنے ایک ہی سفر میں مالدار بن سکتے ہو۔

سفر کی طوالت اور راستے کا حال سُن کر کئی

حبشیوں نے حوصلہ ہار ڈالا۔ مگر ان میں سے بعض قسمت آزما نوجوان اس پر آمادہ ہو گئے۔ زرتاش نے ان سے کہا۔ "تم مجھ سے روپیہ لے کر اور بہت سے اُونٹ خرید لو اور زیادہ سے زیادہ جتنی چھال لے کر چل سکتے ہو۔ لے چلو"!

معاملات طے ہو جانے کے بعد اگلے چند روز بے حد مصروفیت میں گزرے۔ زرتاش اور زمرہ دِن دِن بھر اُن مزدوروں کی نگرانی کرتے۔ جو اِن کے لئے درختوں کی چھال اُتار رہے تھے۔ دُور دُور کے گاؤں سے اونٹ والے بُلا کر ان کے اونٹ خریدے۔ چھال سے دوا تیّار کرنے کا طریق سیکھا۔ دوا کے استعمال کی ترکیب سمجھی۔ معلوم ہوا۔ کہ اس کے زیادہ استعمال سے خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے لئے دوا کے دورانِ استعمال دُودھ پیتے رہنا بہت مفید ہے۔ اس کے عِلاوہ بخار کی دُوسری شکایات میں جو جو چیزیں یہاں کے لوگ استعمال کرتے تھے اُن کو معلوم کیا۔

اس طرح بہت مشکل سے کوئی تین ہفتے کے بعد سَو اُونٹوں کا قافلہ زرتاش کے ساتھ درخت کی چھال لے کر واپس روانہ ہوا۔

رینا

زرتاش کے روانہ ہو چکنے کے بعد رینا کا تمام وقت اُسی کی یاد میں بسر ہوتا تھا۔ وہ تمام تفریحیں موقوف ہو چُکی تھیں۔ جن میں اس کے وقت کا بیشتر حصہ پہلے صرف ہو جاتا تھا۔ بس اب اس کا محبوب ترین مشغلہ یہ تھا۔ کہ جوسینہ کے ساتھ بیٹھی زرتاش کی باتیں سُنا کرتی اور خیال ہی خیال میں اندازہ لگاتی۔ کہ اس وقت زرتاش اتنی مسافت طے کر چُکا ہو گا۔

ایک دِن کا انتظار ہوتا۔ تو وقت یُوں کٹ جاتا۔ دو دن انتظار ہوتا تو کٹ جاتا۔ لیکن یہاں تو مہینوں کا اِنتظار تھا۔ ایک ایک دن بے حد آہستہ گزر رہا تھا۔ اُکتا کر اُس نے سوچا۔ کہ زرتاش کی غیر حاضری میں کسی دلچسپ مشغلے میں مصروف رہنے کی کوشش کرے۔ سوچ سوچ کر خیال آیا۔ کہ "رینان کو آباد کرنے کے کام میں وہ خود زرتاش کو کیوں مدد نہ دے"۔

اُس نے ارادہ کر لیا۔ کہ لوگوں کو مچھّروں سے بچنے کی تاکید کر کے پھر رینان میں آباد کرنے کی کوشش کرونگی۔ تاکہ جب زرتاش واپس آئے۔ تو وہ اس شہر کو ویرانے کی بجائے ایک مصروف شہر پائے اور اسے یقین ہو سکے۔ کہ اس کی اس کوشش میں خود میری ہمدردی کس قدر اُس کے شریک حال رہی ہے۔

اُس نے شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ کہ قبرص کے شہزادہ زرتاش نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ رینان میں کوئی جنّ موجود نہ تھا۔ وہاں کی وبا مچھّر پھیلاتے تھے۔ چُنانچہ اب ہر شخص رینان میں جا کر آباد ہو سکتا ہے۔ لیکن بے حد ضروری بات یہ ہے۔ کہ رات کو پلنگ پر جالی کے خیمے لگا کر اپنے آپ کو مچھّروں سے بچایا جائے۔ ورنہ وبا میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہے"۔

یہ ڈھنڈورا شہر میں کئی بار پیٹا گیا۔ لیکن کسی پر اس کا کچھ اثر نہ ہُوا۔ بے شمار لوگ رینان میں اپنے ایک ایک عزیز کو وبا کے ہاتھوں دم توڑتے ہوئے دیکھ چُکے تھے۔ اور اس قدر خائف تھے۔ کہ اب کسی طرح وہاں جا کر آباد ہونے پر آمادہ نہ

Taj Tahir Foundation

ہوتے تھے ۔

ان کا حوصلہ بڑھانے کے لئے رینا نے اپنے باپ بادشاہ سے مشورہ کر کے یہ تدبیر سوچی۔ کہ وہ خود جاکر رِینان میں رہنا اختیار کرے۔ اُس کی مثال دوسروں کو بھی بہت جلد نقلِ مکان کرنے پر آمادہ کر دیگی ۔

چنانچہ رِینان کے شاہی محل، رِینا کے لئے نئے سرے سے آراستہ کر دیئے گئے اور وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ وہاں جا اُتری ۔ خود اُس کے لئے اور اُس کی سہیلیوں کے لئے پلنگ پر لگانے کو باریک جالی کے بہت خوشنما پردے تیار کئے گئے۔ جن میں ہر روز رات کو سب سو جاتی تھیں اور بے حد احتیاط سے کام لیتی تھیں۔ کہ خیمے میں سے کسی مچھر کو اندر آنے کا راستہ نہ ملے ۔

رِینا کو یہ ہمّت کرتے دیکھ کر واقعی بہت سے لوگوں پر بے حد اثر ہُوا اور اُنھوں نے بھی رِینان میں واپس آنا شروع کر دیا ۔ شاہی محافظوں کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ کہ رِینان میں جو شخص بھی رہنے کی نیّت سے داخل ہو۔ اُس کے جالی کے خیموں کا مُعائنہ

کریں اور سخت تاکید کر دیں۔ کہ رات کو وہ بغیر خیمہ لگائے ہرگز نہ سوئیں۔ لیکن ان لوگوں کو زیادہ محنت نہ کرنی پڑی۔ وبا کی مصیبت ہر شخص کی اپنی آنکھ دیکھی چکی تھی۔ چنانچہ وہ خُود بے حد احتیاط سے کام لینا چاہتے تھے ۔

بہت سے لوگوں نے یہ مُناسب سمجھا۔ کہ جو لوگ رِینان گئے ہیں۔ کچھ مہینے اُنھیں تندرست رہتا دیکھ لیں۔ تو وہاں نقل مکان کریں ۔ لیکن اسی دَوران میں اچانک ایک ایسا واقعہ ہو گیا۔ جس نے لوگوں کے بڑھتے ہوئے اعتماد کو یک لخت شبہہ اور خوف میں تبدیل کر دیا ۔

ایک روز رات کو جب چودھویں کا چاند آسمان پر جلوہ گر تھا۔ رینا بہت دیر تک محل کی چھت پر بیٹھی اُسے دیکھتی اور اُس رات کو یاد کرتی رہی۔ جب وہ اور زرناش اِکٹھے اِسی چاند کو دیکھ رہے تھے۔ کنیزوں نے کئی بار آکر اُس سے کہا۔ کہ رات زیادہ گُزر چکی۔ اب چل کر آرام کیجئے۔ لیکن رینا نے ان سب سے یہی کہہ دیا۔ کہ تم جاکر سو جاؤ۔ میں جب تھک جاؤنگی۔ خُود آکر سو رہونگی ۔

Taj Tahir Foundation

آدھی سے زیادہ رات گزرنے کے بعد وہ نیچے اُتری۔ کچھ خیال کی محویت تھی۔ کچھ عرصے تک وبا سے محفوظ رہنے کی وجہ سے بے فکری پیدا ہو چکی تھی۔ واپس آکر خیمہ میں داخل ہو کر پلنگ پر پڑ رہی۔ مگر اُس کے نچلے سرے بستر کے نیچے دبانے بھول گئی۔ ادھر سے کئی مچھروں کو اندر آنے کا راستہ مل گیا۔ وہ موقع کی تاک ہی میں تھے۔ اندر گھُس رینا کو اس شدّت اور غضب سے کاٹا۔ کہ وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی اور کنیزوں کو بھی جگا دیا۔ روشنی لا کر اُنہوں نے دیکھا۔ تو خیمہ کے اندر کئی مچھّر موجود تھے۔ پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ اندیشہ ہوُا۔ کہ اب اگر بیماری نے آلیا۔ تو کیا ہوگا؟

اندیشے غلط نہ نکلے۔ تیسرے ہی دن رینا کو سردی لگ کر اِس شدّت کا بُخار چڑھا۔ کہ اُوپر تین تین لحاف ڈالنے سے بھی سردی رفع نہ ہو سکی۔ خوف و تردّد سے ہر ایک بے حال تھا۔ بادشاہ اُسی وقت رینا کو رینان سے واپس لے آیا۔ لیکن اب کیا ہوتا تھا؟ اُس کے خون میں قاتل مچھّروں کا زہر پہنچ چکا تھا۔ اور وہ وبا کا شکار ہو چکی تھی۔

بادشاہ نے دُور دُور سے طبیب علاج کے لئے بُلوائے۔ تیمارداری اور علاج مُعالجہ میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لیکن رینا کو کچھ اِفاقہ نہ ہُوا۔ ایک روز چھوڑ کر اُسے بخار چڑھ آتا اور اس شدّت سے ہوتا۔ کہ بے ہوشی طاری ہو جاتی اور پھر اُسے سر پیر کا ہوش نہ رہتا۔ وہ بخار کی شدّت میں بھی زرتاش کو پُکارتی اور بُخار اُترنے کے بعد بھی آنکھوں میں آنسو بھر کر باپ سے کہتی "شاید جب تک زرتاش واپس آئے۔ میں اس دُنیا سے رُخصت ہو چکی ہوں"۔

بادشاہ اُسے طرح طرح سے ہمّت دلانے کی کوشش کرتا۔ اور کہتا۔ کہ علاج بے حد توجّہ سے ہو رہا ہے۔ چند روز میں بُخار اُتر جائیگا۔ زرتاش بھی اب پہنچا ہی چاہتا ہوگا۔ لیکن ان تسلّیوں کا رینا پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ وہ جانتی تھی۔ یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں۔ اس بخار سے اُس نے کسی کو تندرست ہوتے نہ دیکھا تھا۔ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی۔ اُس کی صرف اتنی آرزو تھی۔ کہ اُس کی موت سے پہلے زرتاش واپس آجائے۔ تاکہ اُسے آخری بار دیکھ کر رُوح سہولت سے اس دُنیا کو الوداع کہ سکے۔

Taj Tahir Foundation

ہر تیسرے روز بُخار چڑھ آنے سے اُس کی قُوّت رفتہ رفتہ ختم ہونی شروع ہو گئی۔ رعنائی اور شگفتگی پھُول کی خوشبو کی طرح اُڑ گئی۔ وہ سُوکھ کر کانٹا بن گئی۔ ضُعف و نقاہت کے مارے اب اُس سے آنکھ بھی نہ کھولی جاتی تھی۔ بعض مُفرّح دوائیں پی کر طبیعت کچھ سنبھلتی۔ تو وہ آنکھیں کھولتی۔ باپ کے فِکر آلُود چہرے کو دیکھ کر اُس کے مُرجھائے ہوئے رُخساروں پر آنسُو بہنے لگتے اور دُکھ کے احساس سے وہ پھر آنکھیں بند کر لیتی + اب وہ یہ بھی نہ چاہتی تھی۔ کہ زرناش واپس آجائے۔ سوچتی تھی زرناش اسے واپس آکر ایسی حالت میں دیکھے گا۔ تو کہیں اس سے متنفّر نہ ہو جائے +

بادشاہ بیٹی کو رفتہ رفتہ موت کے مُنہ میں جاتا ہُوا دیکھ رہا تھا دن رات اُس کی پٹّی سے لگا بیٹھا رہتا۔ جانتا تھا۔ کہ بیٹی بہت جلد جُدائی کا داغ دے جانے کو ہے۔ دن رات دل میں چھُریاں سی چبھتی رہتی تھیں۔ مگر بے بس تھا۔ اس کے سوا کچھ کر نہ سکتا تھا۔ کہ صبر و شکر سے اُس کے دردناک انجام کا انتظار کرے جو بہت دُور معلوم نہ ہوتا تھا +

قافِلہ کی واپسی

جاتے وقت زرناش کے ساتھ صرف زمرد تھا۔ چنانچہ وہ ہوا کے پروں پر گیا اور دشوار گزار راستہ کی تمام مشکلات سہولت سے طے کر لیں۔ لیکن واپسی میں اُس کے ساتھ سَو اُونٹوں کا قافِلہ تھا۔ ان کے گزرنے کے لئے بہتر راستہ تلاش کرنا پڑتا تھا۔ جگہ جگہ آگے بڑھ کر اُن کے پڑاؤ اور کھانے پینے کا انتظام کرنا ہوتا تھا۔ پھر وہ لوگ زیادہ تیزی سے سفر بھی نہ کر سکتے تھے۔ اِس لئے واپسی مقابلۃً بہت زیادہ آہستہ ہو رہی تھی۔ تاخیر پر وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا۔ مگر کیا کر سکتا تھا۔ اِنعام و اِکرام کے لالچ سے قافلے والوں کو جس قدر تیزی و مستعدی پر آمادہ کر سکتا تھا۔ کر رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اُسے واپسی میں چار ماہ کے قریب عرصہ ہو گیا +

جب تمام مُشکل راستہ طے ہو گیا اور سیدھا راستہ

Taj Tahir Foundation

باقی رہ گیا۔ تو اُس کی بے تابی کا کچھ ٹھکانا نہ رہا۔
دل دھڑک دھڑک کر کہتا تھا۔ کہ اب رینا اُس کی
ہے! اِضطراب سے بے بس ہو کر اُس نے زمرہ
سے کہا۔ کہ اب راستہ کی مشکلات ختم ہو چکی ہیں۔
تُم آہستہ آہستہ قافلہ کے ساتھ آؤ۔ اور مَیں پہلے
سے رینا کے پاس پہنچتا ہوں۔

اگلی صُبح قافلہ زمرہ کے سپرد کر کے وہ اِس تیزی
سے جیسے کسی تاتاری کی کمان سے چھوٹا ہُوا تیر
جاتا ہے۔ روانہ ہو گیا اور شام کو جب غروب
ہوتے ہوتے سورج کی کرنیں ٹیلوں اور درختوں اور
کُہساروں اور مرغزاروں کو الوداع کہہ رہی تھیں۔
ریتان کے قریب پُہنچ گیا۔ اسے معلوم نہ تھا۔ کہ
غروب آفتاب کے ساتھ اُس کی رینا بھی زندگی
کے آخری سانس لے رہی ہے۔

شہر کے قریب اور شہر کے اندر جگہ جگہ ملول
و مُضمحل سپاہیوں اور شہریوں کو کھڑا دیکھ کر اُس کا
جی چاہا۔ کہ اُتر کر ان سے بات کرے اور اپنی
غیر حاضری کے حالات پوچھے۔ لیکن پھر دل نے
کہا۔ جس کے حالات پُوچھنے ہیں۔ یوں اُس کے پاس

پہنچنے میں تاخیر ہوگی۔ چنانچہ اُس کا صبا رفتار گھوڑا
گرد و پیش کے لوگوں سے بے پروا شہر کے پہاڑی
حصّے کی چڑھائی پر ایک چھلاوے کی طرح چڑھتا رہا۔
لوگوں کے مجمعوں کو گھوڑے کی ٹاپ سُنائی دیتی اور وہ
سڑک کے ایک طرف ہو کر سنبھلنے بھی نہ پاتے کہ گھوڑا
سن سے اُن کے پاس سے گزر جاتا اور وہ چونک کر
ایک دوسرے سے کہنے لگتے۔ کہ یہ کون تھا؟

محل کے دروازے پر پُہنچ کر اُس نے محافظوں سے
کہا۔ کہ اُس کی آمد کی اطلاع فوراً بادشاہ اور شہزادی
کو پہنچائی جائے اور جب ایک محافظ اطلاع پہنچانے
کے لئے اندر چلا گیا۔ تو اُس نے پہلی مرتبہ خیال کیا۔
کہ دوسرے محافظ معمول سے زیادہ خاموش اور ساکت
نظر آتے ہیں اور اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلک
موجود ہے۔ زرتاش نے غور سے اُن کا چہرہ تکتے
ہوئے پوچھا۔ "تم ملول نظر آتے ہو"؟

ایک محافظ نے آہستہ سے سر ہلا کر کہا۔ "خوشی
ہمارے شاہی گھرانے سے ہمیشہ کے لئے رُخصت ہو
رہی ہے"۔

زرتاش کا دِل اور زور سے دھڑکنے لگا۔ اُس نے

Taj Tahir Foundation

ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ "شہزادی بخیریت ہے"؟

مُحافظ نے درد بھری نظروں سے زرتاش کو دیکھ کر جواب دیا۔ "کہتے ہیں وُہ چند لمحوں کی مہمان ہے"!

زرتاش کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ ایک پل وہ کھویا ہُوا سا کھڑا رہا اور اس کے بعد بغیر باریابی کی اِجازت کا انتظار کئے دیوانوں کی طرح محل کے اندر لپکا۔ محافظ اس کے جذبات سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے۔ کہ اس کا انتظار کس بےتابی سے کیا جا رہا ہے۔ اس لئے اُنھوں نے کچھ تعرُض نہ کیا۔ حرم کے دروازے پر اُسے وُہ محافظ مِلا۔ جو اُسے اندر لے جانے کو دوڑا آ رہا تھا۔ اُس کے ساتھ وہ بےتابانہ حرم سرا کے صحن میں داخل ہُوا۔ شہزادی رینا کی کنیزوں اور خادماؤں اور سہیلیوں اور امرائے سلطنت کی بہو بیٹیوں کا ایک اژدحام وہاں موجود تھا اور آہ و بُکا کا ایسا کُہرام مچا ہُوا تھا۔ کہ اُسے سُن کر زرتاش کا دل ڈُوب گیا اور یاس نے آہستہ سے اُس کے کان میں کہا۔ "دیر سے آیا"۔

اپنی اچانک آمد پر لڑکیوں کی ٹولیوں کو اپنے

پیچھے مُتحیّر و متعجّب چھوڑتا ہُوا ایک راہ نُما محافظ کے ساتھ مختلف صحنوں اور غلام گردشوں میں اُڑا چلا جا رہا تھا۔ ایک غلام گردش کے آخری سرے پر ایک مُنقّش دروازہ تھا۔ اُس کی طرف اشارہ کر کے راہ نُما رُک گیا۔ زرتاش کی یک لخت یہ کیفیت ہو گئی۔ کہ ایک ایک پاؤں من من بھر کا معلوم ہونے لگا۔ نہ معلوم اُس دروازے کے پیچھے کیا تھا؟ اُمید کی کوئی ٹمٹماتی ہوئی روشنی یا بدبختی و حرماں نصیبی کی تاریکی! تاُمّل کے عالم میں کھڑا تھا۔ کہ اچانک دروازہ کُھلا اور بادشاہ اپنے آنسو پونچھتا اور سِسکیاں روکنے کی کوشش کرتا ہُوا باہر نکل آیا۔ اور ایک سُتُون سے سر ٹیک کر پُھوٹ پُھوٹ کر رونے لگا۔

زرتاش کے قدم لڑکھڑا گئے۔ لیکن ہمّت کر کے وہ بادشاہ تک پہنچا اور اپنا ہاتھ آہستہ سے اُس کے شانہ پر رکھ دیا۔ بادشاہ نے سر اُٹھا کر نظر زرتاش پر ڈالی اور روتے ہوئے بولا۔ "جاؤ! اُسے آخری بار دیکھنا ہے تو دیکھ لو"۔

زرتاش نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کمرے کا

Taj Tahir Foundation

پردہ سرکایا۔ ایک پُر تکلّف پلنگ کے اُجلے بستر پر رینا ایک مُرجھائے ہوئے پھول کی طرح پڑی تھی۔ وہ صِرف اُستخوان ہی اُستخوان رہ گئی تھی۔ چہرے پر سے رعنائی و دلاویزی کا افسوں مِٹ مُچکا تھا۔ گردن ایک طرف کو جُھکی ہُوئی۔ آنکھیں بند۔ لمبے لمبے سانس رُک رُک کر لے رہی تھی۔ پاس طبیب کھڑا فکر و تردُّد کے عالم میں اُترے ہُوئے چہرے پر سے زندگی کے آثار مٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

زرتاش آنکھوں میں آنسو لئے اُس کے پلنگ کی طرف بڑھا اور پلنگ کے قریب ایک چوکی پر بیٹھ کر اُس کے ہاتھ اپنے دونو ہاتھوں میں تھام لئے۔ اُس کے ہاتھوں کے مس میں نہ جانے کیا زندگی افروز پیام تھا۔ کہ رینا کی آنکھیں نیم وا ہوگئیں اور اُس کی ناتوان نظریں ایک بے بسی اور بے چارگی کی کیفیت میں زرتاش کا چہرہ دیکھتی رہ گئیں۔ زرتاش نے اپنے درد و الم کو بڑی کوشش سے دبا کر آہستہ سے کہا "رینا"!

رینا کے چہرے پر ایک کانپتے ہوئے تبسّم کے آثار پیدا ہوئے اور اُس کے کمزور ہونٹوں نے زرتاش

کہنا چاہا۔ پر نہ کہہ سکی۔

زرتاش لپک کر بستر پر اُس کے قریب بیٹھ گیا۔ اور بولا "رینا! مَیں آگیا! میں کامیاب واپس آیا ہوں!! تمہارا رینان اب آباد ہوگا!!! اُس کے گلی کوچوں میں شادمانی اور چہل پہل مُسکراتی نظر آئیگی۔ اب کوئی اس لعنتی وبا کا شکار نہ رہیگا۔ رینا! اپنی زندگی بھر کی آرزو پوری ہوتی دیکھنے کو جیو! میری زندگی کی سب سے شیریں آرزو پوری کرنے کے لئے جیو"!

رینا آنکھیں کھولے زرتاش کی باتیں سُن رہی تھی۔ اُس کے اُترے ہُوئے چہرے پر بشاشت کانپ رہی تھی۔ طبیب نے زرتاش سے پُوچھا "تُم کوئی اکسیر وبا کے لئے لے کر آئے ہو"؟

زرتاش نے اشک آلود آنکھوں سے طبیب کا چہرہ دیکھتے ہوئے سر ہلا دیا!

طبیب لپک کر اُس کے پاس آیا۔ اور بولا "وہ کہاں ہے"؟

زرتاش نے قلق پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہُوئے کہا "قافلہ پیچھے آ رہا ہے۔ پرسوں اس وقت تک یہاں پہنچ جائیگا"۔

Taj Tahir Foundation

طبیب نے عالمِ یاس میں سر پر ہاتھ مار کر کہا۔ "پرسوں۔ افسوس۔ افسوس۔ مشیتِ ایزدی میں دم مارنے کی مجال نہیں"۔

زرتاش کی نظروں میں سوال دیکھ کر طبیب بولا۔ "شہزادی وبا کا شکار ہے"۔

زرتاش کی آنکھیں جوش سے کھُل گئیں" وبا کا شکار! رینا کے لئے اکسیر کی ضرورت ہے؟ وہ میرے پاس ہے۔ اتنی مقدار میں میری جیب میں موجود ہے۔ جو ایک مریض کے لئے کافی ہو سکے۔ بادشاہ کے حضور میں پیش کرنے کو تھوڑی سی میں اپنے ساتھ لے آیا تھا"۔

یہ سُنتے ہی طبیب کے چہرے پر بشاشت کھیلنے لگی۔ اُس کی اور زرتاش کی حرکات میں بجلی کی سی سُرعت آ گئی۔ چند ہی لمحے کے اندر چھال سے نکلا ہُوا سفوف پانی میں گھول کر رینا کو پلا دیا گیا۔

زرتاش نے طبیب سے کہا" مُسلسل بیماری نے ان کی طاقت سلب کر لی ہے۔ کسی طرح ان میں اتنی توانائی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ کہ اکسیر کو بیماری سے مقابلہ کرنے کی مُہلت مِل سکے"۔

طبیب نے کہا۔" اگر وبا کے زہر کا مُقابلہ ہو سکے۔ تو توانائی پیدا کر کے شہزادی کی جان شاید بچائی جا سکے"۔

زرتاش یہ سُن کر باہر لپکا اور روتے ہوئے بادشاہ سے جا کر کہا۔" مَیں وبا کی اکسیر لایا ہُوں۔ وہ رینا کو دی جا چُکی ہے"۔

Taj Tahir Foundation

موت اور زندگی کی جنگ

اگلے چند روز اُمّید و بیم اور فکر و تردّد کی روح فرسا کیفیت میں صرف ہوئے۔ اکسیر دن میں کئی کئی مرتبہ دی جا رہی تھی۔ لیکن شاہزادی کی توانائی اس حد تک کم ہو چکی تھی۔ کہ اب جسم کے لئے بیماری کا مقابلہ کرنا کچھ آسان نہ تھا۔ اکسیر کے ساتھ توانائی بڑھانے کی دوائیاں بھی اِستعمال کی جا رہی تھیں۔ جن سے کسی کسی وقت شہزادی کی حالت سنبھلتی معلوم ہوتی۔ لیکن بہت جلد پھر ضعف کی کیفیت عَود کر آتی۔ زرتاش اور بادشاہ دن رات اُس کے پلنگ کی پٹی سے لگے بیٹھے رہتے۔ انہیں نہ کھانے پینے کا ہوش تھا۔ نہ آرام کرنے کا۔ دن رات ایک جنون کی سی کیفیّت میں دیکھتے رہتے۔ کہ شہزادی کا مرض سے مُرجھایا ہُوا جسم اکسیر کے استعمال کے بعد اب کیونکر بیماری کا مقابلہ کر رہا ہے۔

کئی موقعے ایسے آئے۔ جب اُمّید نے ساتھ بالکل چھوڑ دیا اور دونو تھکے ہوئے تیمارداروں کی آنکھیں یاس کے آنسو بہانے لگیں۔ لیکن شہزادی نہایت ہمت اور استقلال سے مرض کا مقابلہ کر رہی تھی۔ اب وہ آنکھیں کھولتی۔ تو اُسے اپنے پاس زرتاش دکھائی دیتا۔ اُس کی محبت اور آرزوؤں سے بھری ہُوئی باتیں سُنائی دیتیں۔ اس کی محبت کا جوش بیمار دل میں زندہ رہنے کا ایک نیا عزم پیدا کرتا۔ ضعف و نقاہت سے مغلوب ہونے کے باوجود وہ محض اپنے عزم سے اپنی زندگی بڑھانے کی کوشش کرتی۔

رفتہ رفتہ جس طرح آسمان کے کناروں پر رات کی سیاہی صبح کے نور سے مغلوب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ شہزادی کی بے نور آنکھوں میں زندگی کی چمک نمودار ہونی شروع ہو گئی۔ بخار ٹل گیا۔ قوّت رفتہ رفتہ عَود کرتی معلوم ہونے لگی۔ مُسکراہٹیں اُس کے چہرے کو حسین بنانے لگیں۔

پندرہ روز کے بعد بادشاہ اور زرتاش نے اطمینان کا سانس لیا۔ خداوند تعالیٰ کی عنایت سے

Taj Tahir Foundation

موت اور زندگی کی کشمکش آخر ختم ہو گئی اور زندگی نے موت کو مغلوب کر لیا۔ اب رینا رو بصحت تھی۔ اُسے احتیاطاً اکسیر برابر دی جا رہی تھی۔ اُس کے متواتر استعمال سے اُس کے کان شائیں شائیں کرتے رہتے تھے۔ لیکن طبیب نے جب ساتھ ساتھ دودھ کا استعمال شروع کرا دیا۔ تو یہ شکایت بالکل رفع ہو گئی۔ اب وہ تکیوں کے سہارے اُٹھا کر بٹھا دی جاتی اور زرتاش سے باتیں کرتی اور اُس کے سفر کے حالات سُنتی اور اُس کی محبت سے لبریز آنکھیں اُس کی راہ کی مُشکلات و مصائب کا حال سُن کر احسان مندی کے آنسوؤں سے اُس کا شکریہ ادا کرنے لگتیں۔

زرتاش نے اُسے بتایا۔ کہ میں نے اپنے سفر کا ایک لمحہ بھی بیکار نہیں کھویا اور اِس تمام دوران میں برابر سوچتا رہا۔ کہ گو جالی کے خیمے بن چُکے اور وبا کے لئے اکسیر مل گئی۔ لیکن یہ دونو حفاظت کی صورتیں ہیں۔ وبا کے شکار ہونے کا اندیشہ ویسا ہی باقی ہے اور ایک ذرا سی بے احتیاطی یا بے پروائی اب بھی ہر انسان کو رینان

میں وبا کا شکار کر سکتی ہے۔ اُس نے رینا کو بتایا۔ کہ فراغت پاتے ہی میں شہر میں ایسی کیا تدابیر کرنا چاہتا ہوں۔ جن سے یہ وبا بالکل نیست و نابُود ہو جائے اور آیندہ وبا سے محفوظ رہنے کے لئے کسی قسم کی احتیاط کی ضرورت ہی نہ رہے۔

رینا مسحور سی ہو کر اُس کی باتیں سنتی رہتی اور سوچتی کہ زرتاش کے دل میں اُس کے لئے کیسی بے پایاں محبت کا سمندر لہریں مار رہا ہے اور اُس کے حاصل کرنے کے لئے وہ کس خُلوص اور دردمندی سے تدابیر سوچنے میں مصروف ہے۔

اِس دَوران میں قافلہ سلامتی سے شہر میں آ پہنچا تھا۔ لیکن زرتاش کو اِتنی فرصت نہ تھی۔ کہ اُس کی طرف کِسی قِسم کی توجّہ کر سکتا۔ اس کا تمام وقت رینا کے ساتھ صرف ہو رہا تھا۔

جب اُدھر سے اطمینان ہو گیا۔ تو اُس نے قافلے میں آئی ہوئی چھال احتیاط سے اتروائی۔ اکسیر کے درخت کے پَودے اپنی ذاتی نگرانی میں وہاں لگوائے۔ اکسیر کا سفوف تیّار کرنے کو کئی ماہر لوگوں کو مقرّر کیا۔ جو لوگ قافلہ لے کر آئے تھے۔ اُنہیں

Taj Tahir Foundation

وعدے سے زیادہ انعام دے کر واپس روانہ کر دیا۔

رینان کے بیماروں کے استعمال کے لئے زمرہ کے ہاتھ اکسیر روانہ کی گئی اور اُسے تاکید کی۔ کہ اکسیر کے استعمال اور اطبّا کے علاج کے ساتھ وہ خُود تمام بیماروں کی ذاتی طور پر نگرانی کرتا رہے۔

وبا کی بیخ کنی

رینا کی صحّت یابی پر خوشی کا جو جشن ہُوا۔ اُس میں زرتاش نے باشندوں کے ہجوم میں کھڑے ہو کر کہا۔ "میں تم لوگوں کے لئے وبا کی اکسیر لانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اس اکسیر نے تمہاری شاہزادی کو موت کے مُنہ سے نکال لیا۔ اگر خُدا کی مہربانی شاملِ حال رہی۔ تو یہ اکسیر ہر بیمار کو تندرست کرنے میں کامیاب ہو جائیگی۔ لیکن ہمارا کام صرف یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ بیماروں کا علاج ہی کریں۔ بلکہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ بیماری پیدا ہی نہ ہونے پائے۔ میں بتا چکا ہوں۔ کہ یہ بیماری مچھروں سے پیدا ہوتی ہے۔ بیماری کی بیخ کنی کے لئے ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ رینان میں مچھر باقی نہ رہیں۔ لیکن کسی شہر کو مچھروں سے خالی کرنا آسان کام نہیں ہے۔ مچھر گھروں میں اور گھروں سے باہر اس کثرت سے موجود ہیں۔ کہ ان سب کو

Taj Tahir Foundation

ختم کرنا بالکل ناممکن کہا جا سکتا ہے۔ پھر ایسی
حالت میں کیا تدبیر ہونی چاہیئے۔ کہ ہم ان سے
نجات پا جائیں؟ آپ شاید کوئی تدبیر نہ سوچ سکیں۔
لیکن میں نے دن رات ان کی بیخ کنی کے مسئلہ پر
غور کیا ہے۔ اور اس کے لئے بڑی مُؤثر تدبیر سوچ لی
ہے + آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مچھروں کی زندگی
بہت طویل نہیں ہوتی۔ جو مچھر آج آپ کے گھر
میں اُڑ رہا ہے اور اپنی آواز اور اپنے ڈنک سے
آپ کو پریشان کر رہا ہے اور ایک لعنتی وبا کا
شکار بنا رہا ہے۔ اُس کی زندگی تھوڑے ہی دن
کی ہے۔ لیکن خرابی صرف یہ ہے۔ کہ ایک مچھر
ابھی مرنے نہیں پاتا۔ کہ اُس کی جگہ دس نئے مچھر
آن موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا مچھروں سے نجات پانے
کی صرف ایک ہی صُورت ممکن ہے۔ کہ جو موجود
ہیں۔ اُن کو اگر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ تو اپنی موت
مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے اور کوشش اس بات
کی کی جاوے۔ کہ نئے مچھر آ کر اُن میں شامل نہ
ہونے پائیں + مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ مچھر
پانی پر انڈے دیتے ہیں۔ شہر میں جہاں کہیں

گھروں یا باغوں میں پانی کھڑا ہے۔ اُس پر کروڑوں
مچھروں کے انڈے موجود ہیں۔ اگر ان انڈوں کو
فنا کر دیا جائے اور مچھروں کو پانی پر نئے انڈے
دینے کا موقع نہ دیا جائے۔ تو تھوڑے ہی عرصے
میں تمام شہر ان سے پاک اور ہمیشہ کے لئے
وبا سے محفوظ ہو سکتا ہے + میں اس کام کو خُود
شروع کرنا چاہتا ہوں۔ اور میری آرزو ہے کہ تمام
ایسے شہری جن کے دل میں اپنی اور اپنے بال
بچوں کی صحت کا درد ہے۔ جو دیکھ چکے ہیں۔ کہ
وبا نے کس طرح اُن کے آباد اور با رونق شہر کو
اُجاڑ کر رکھ دیا۔ میری امداد کو بڑھیں۔ لیکن ایک
بات میں ابھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ مچھروں
کی بیخ کنی سے فائدہ خود اُن کو ہے۔ وہ اور اُن
کے بال بچے تندرست رہینگے۔ ان کی تجارت اور
کاروبار فروغ پائیگا۔ اِس لئے اِس کام میں جو
روپیہ صرف ہوگا بادشاہ کی طرف سے نہیں ہونا
چاہیئے۔ بلکہ اُسے آپ خُود ہی صَرف کریں + جب
آپ اپنی اور اپنی اولاد کی معمولی خوشیوں کے خیال
سے بہت بہت سا روپیہ ہر کام میں صَرف کر

Taj Tahir Foundation

رہے ہیں - تو یہ تو اُن کی زندگی اور موت کا سوال ہے - اس کام میں آپ کا خُود روپیہ صرف نہ کرنا اور بادشاہ کی امداد کے بھروسے بیٹھ جانا نہ دانائی ہے نہ انصاف ہے - آپ کو اس کام میں روپیہ صرف کرنے کی عادت پڑنی چاہیئے - آپ بہت جلد تجربہ سے دیکھینگے - کہ وبا سے بچاؤ کے لئے جتنا روپیہ آپ صرف کرتے ہیں - وبا سے بچ کر اُس کی نسبت بہت زیادہ روپیہ آپ پیدا بھی کر سکینگے"؛

زرتاش کو اپنی تقریر سے جو اثر پیدا ہونے کی اُمّید تھی وہی ہُوا - لوگوں نے وہیں اپنی اپنی بساط کے مُطابق روپیہ دے کر اُس کے قدموں میں سیم و زر کا ایک ڈھیر لگا دیا - بہت سے ہمّت والے نوجوانوں نے بڑھ کر وبا کی بیخ کنی کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں ؛

اگلے روز زرتاش نے ان سب نوجوانوں کو دربار کے ایوان میں جمع کیا اور بادشاہ سے ریتان کا نقشہ لے کر اُن کے سامنے پھیلا دیا - نوجوانوں کی بہت سی ٹکڑیاں بنا دی گئیں اور شہر کا نقشہ دیکھ دیکھ کر ہر ٹکڑی کے سپرد ایک ایک محلہ کر دیا گیا ؛

زرتاش نے سب نوجوانوں کو بتایا - کہ آپ کا کام اب یہ ہے - کہ اپنے اپنے حصّے کے علاقے کے ایک ایک گھر اور باغ میں جائیں - گھروں میں دھونی دے کر جتنے مچھر ختم کئے جا سکیں - پہلے اُنہیں ختم کریں - پھر اس عمل کی نسبت بہت زیادہ احتیاط سے کام لیکر ہر مکان اور باغ کے چپّے چپّے پر اس خیال سے غور کریں - کہ وہاں کہیں پانی تو موجود نہیں؟ اگر کسی ایسے گڑھے میں پانی کھڑا ہو - جو بھرا جا سکے تو مزدوروں سے مٹّی ڈلوا کر اُنہیں بھروا دیں - جس جگہ یہ بات نہ ہو سکے - وہاں پانی میں اتنا مٹّی کا تیل ڈالیں - کہ وہ ساری سطح پر پھیل جائے اور مچھروں کے بچّے، اُوپر تیل پھیل جانے کی وجہ سے سانس نہ لے سکیں اور ختم ہو جائیں ؛ ہر گھر کے آدمی کو بھی ہدایت کر دیں - کہ مچھّروں کے موسم میں وہ اس احتیاط کا خاص خیال رکھے - اس کے علاوہ گھر کے چھجّوں کو کھُلوا کر دیکھیں اور ایسی نالیوں پر توجّہ کریں - جن میں پانی عموماً کھڑا رہتا ہے - اِن کو صاف کر کے پانی کا راستہ صاف کر دیں - کنوؤں پر لوہے کی جالیاں لگوا دیں - کہ مچھروں کی آمد و رفت ان میں بند ہو جائے - اِس سِلسلے

Taj Tahir Foundation

میں چھوٹی سے چھوٹی چیز کا خیال رکھیں۔ اگر ایک
ٹوٹے ہوئے گھڑے یا پھوٹی ہوئی بوتل میں پانی پڑا ہو۔
تو اُسے بھی گرا کر ضائع کر دیں۔ اتنی احتیاط برتیں۔ کہ
درختوں کے تنوں کو بھی دیکھ ڈالیں۔ کہ ان میں تو کوئی
ایسی جگہ نہیں۔ جس میں پانی کھڑا ہوا ہو۔ اس طرح چند
روز تک ہر ٹولی باقاعدہ اپنے علاقے میں جائے اور
دیکھے۔ کہ تدابیر کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟ کسی گھر میں
مچھر بڑھ تو نہیں رہے۔ اگر بڑھ رہے ہوں۔ تو ازسرِنو
آس پاس کی تمام جگہوں کو پھر غور سے دیکھے۔ کہ پانی
کہاں ہے اور کس حالت میں ہے؟

اگلے چند ماہ ریتان میں ایک عجیب مصروفیت میں
گزرے۔ بے شمار نوجوان مزدوروں کو لے کر اور چھکڑوں
پر تیل کے کنستر لدوا کر شہر پر پل پڑے۔ ایک
ننھے سے مگر بے حد خطرناک کیڑے سے ان کی جنگ
جاری تھی۔ ہر کام کرنے والا دل میں تہیّہ کئے ہوئے
تھا۔ کہ مجھے اپنے شہر کو وبا سے نجات دلانی ہے۔
گھروں میں دھونیاں دی گئیں۔ گڑھے بھروائے گئے۔
جس جگہ سے پانی نکالا نہ جا سکا وہاں تیل ڈال دیا گیا۔
چہ بچّے کھولے گئے۔ مچھروں کے بادل کے بادل اُن میں

سے اُٹھے۔ صفائی کرانے کے بعد تیل چھڑک کر
اُن کو بند کر دیا گیا۔ جہاں جہاں نالیاں ٹوٹ گئیں
اور پانی کی روانی رُک گئی تھی۔ وہاں نالیوں کی مرمّت
کرائی گئی۔ شہر کا چپّہ چپّہ دیکھ ڈالا گیا۔ زمین پر۔
چھت پر۔ پرنالوں میں ایک ایک جگہ پر توجّہ کی
گئی اور شہر کا اِنچ اِنچ وبا کے اثر سے پاک کیا گیا۔

ہر ٹولی جن گھروں پر صفائی کا عمل کر چکتی۔ بار
بار اُن کو جا کر دیکھتی اور اِطمینان کرتی۔ کہ پھر بعد میں
تو مچھروں کا زور نہیں ہو گیا اور اُنہوں نے انڈے
دینے کو پانی کا کوئی اور ایسا قطعہ تو مخصوص نہیں کیا۔
جو نظر پڑنے سے بچ گیا ہو۔ جس گھر میں مچھروں
کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی۔ پھر اِس کے اِرد گرد
کے تمام علاقے کا بے حد توجّہ سے معائنہ کیا جاتا
اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر مچھروں کے انڈے دینے کے
نئے ٹھکانے معلوم کئے جاتے۔

ہر روز شام کو ہر ٹولی زرتاش کے پاس آتی۔
اور اپنی کارگزاری کی فہرست تیار کر کے لاتی۔ کہ
فلاں فلاں مکان وبا سے پاک کر دیا گیا اور فلاں
فلاں مکان پر دوسرا اور تیسرا معائنہ ہو چکا ہے۔

زرتاش نے اس کام کے لئے رجسٹر کھول دئے تھے اور کارگزاریوں کی اطلاع باقاعدہ اِن میں درج ہوتی تھی ۔

زرتاش نے بادشاہ کی اجازت سے ان مچھّر مار نوجوانوں کا ایک محکمہ قائم کر دیا اور ان کے سپرد یہ کام کیا ۔ کہ ہر برسات کے بعد یہ اسی قسم کی کارروائی کر کے شہر کو وبا سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھنے کی کوشش کیا کریں ۔

ان احتیاطوں پر شدّت سے عمل کرنے سے چند ہی ماہ میں سارے رینان کی یہ کیفیّت ہو گئی ۔ کہ ڈھونڈے سے بھی مچھر کا سراغ نہ ملتا تھا ۔

تمام مکانوں کی از سرِ نو مرمّت ہوئی ۔ اندھیرے مکانوں میں کھڑکیاں اور روشن دان بنائے گئے ۔ دیواروں پر از سرِ نو قلعی کی گئی ۔ تھوڑے ہی عرصے میں تمام شہر وبا سے پاک اور رنگ روغن سے دُلھن کی طرح آراستہ ہو گیا ۔

شادی

اور اِس کے بعد آخر وہ دِن آیا ۔ جس کا مُدّتوں سے رِینان کے ایک ایک باشندے کو انتظار تھا ۔ شاہی فرمان نے اُن کو بتایا ۔ کہ شہزادہ زرتاش نے شہزادی رِینا کی تمام شرائط بطرزِ احسن پُوری کر دی ہیں اور ان کی شادی کے روز رِینان کے دروازے باقاعدہ باشندوں کے رہنے سہنے کے لئے کھول دئے جائینگے ۔

رینا اور زرتاش کی شادی کی تفصیلیں اِتنی طویل ہیں ۔ کہ ان کا بہت مختصر تذکرہ بھی کئی بابوں کی تفصیل کا محتاج ہے ۔ اس شادی سے صرف ان دونو ہی کے دل بہار کے پھولوں کی طرح مسرور نہ تھے ۔ بلکہ شہر کا ایک ایک مُتنفِّس خُوشی سے بے خُود تھا ۔ ان کی محبوب شہزادی جس نے صرف اِن کے علاج کے لئے ایسی کڑی شرطیں

Taj Tahir Foundation

مُقرّر کی تھیں - جن کے باعث ہر ایک کو یقین تھا - کہ وہ کبھی ازدواجی مسرّتوں سے لُطف اندوز نہ ہوسکیگی - آج ان کے اُس محسن سے بیاہی جا رہی تھی - جس نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ان کو اور ان کی نسلوں کو ممنون احسان بنایا تھا - شہر پر بہار آئی ہوئی تھی - رنگوں اور خوشبوؤں کا ایک طوفان چڑھ آیا تھا - ہر طرف رقص و سرود کی محفلیں برپا تھیں - لوگ شادمانی کے ایک جُنون میں مبتلا تھے - کسی چہرے پر فکر و تردّد کا خفیف سا سایہ بھی نہ تھا - محتاج نہال ہو رہے تھے شاہی خزانوں کے علاوہ اُمراء بھی کھُلے دل سے خیرات کر رہے تھے ۔

نکاح کی رسمیں ادا ہو چکنے کے بعد آخر فوج اور باجوں اور شہریوں کا رنگا رنگ جلوس جس میں وہ سب نوجوان جنہوں نے شہر کو وبا کی لعنت سے پاک کیا تھا - بانکی وردیاں پہنے اور خوش رنگ علم اُٹھائے ساتھ تھے - ریناں کی طرف چلا - اس جلوس کے طول کا کیا ٹھکانا تھا - جہاں تک نظر کام کرتی تھی - رنگین لباسوں کا ایک سمندر طوفان میں تھا ۔

جلوس ریناں پہنچا - تو گولوں اور باجوں کی سلامی

کے درمیان اُس کا دروازہ کھول دیا گیا - رینا نے نظر اُوپر اُٹھائی تو بولی - " ارے " !

زرناش نے ادھر دیکھا - تو دروازے کے اُوپر زمرہ جوسینہ کے ساتھ کھڑا مُسکرا مُسکرا کر تعظیم بجا لا رہا تھا - زرناش نے کہا - " یہ دونو یہاں کیسے " ؟

رینا مُسکرا کر بولی " معلوم ہوتا ہے - جب ہم دونو مصروف رہے - تو اِن دونو نے بھی اپنا وقت ضائع نہیں کیا " ۔

زرناش نے جلوس روک دیا اور زمرہ اور جوسینہ کو اشارے سے بُلایا اور پُوچھا - " تم دونو یہاں کیا کر رہے ہو " ؟

زمرہ بولا - " جو آپ دونو جلوس میں کر رہے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہئے - ہم دونو آپ سے کسی بات میں کم نہیں رہے - آج ہی صُبح ہم بے حد خاموشی سے اور بغیر کسی قسم کی فضول رسم کے میاں بیوی بن چُکے ہیں ۔

Taj Tahir Foundation

تتمہ

اب اس تفصیل کے درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کہ زرتاش رینا کو لے کر اپنے وطن گیا۔ جہاں اس کا ضعیف باپ اس کے غم میں زندہ درگور ہو کر زندگی بسر کر رہا تھا۔ نورِ نظر کے آنے اور ساتھ رِینا سی دُلھن لانے پر اُس کی خوشی کا کچھ ٹھکانا نہ رہا۔

ملکہ، زرتاش کی رُخصت کے بعد دل میں سمجھتی تھی۔ کہ میری سرد مہری اور میری ہی اُکساہٹ نے اُسے ترکِ وطن پر مجبور کیا اور کئی بار ضمیر کے کچوکوں سے اشکبار بھی ہو چکی تھی۔ زرتاش اُس سے تعظیم سے مِلا۔ اور اپنے ننھّے بھائی کو گود میں اُٹھا کر بولا "لیکن امّاں جان! مَیں اِس ننھّے کو اِس کی سلطنت سے محرُوم کرنے نہیں آیا۔ مَیں اپنے لئے خِدمت کے ذریعے رِینان کی سلطنت حاصِل کر چکا ہوں"۔

آخری الفاظ

اِنگلستان کی سیاحت کے موقعے پر فراغت کی صِرف چند دو پہریں انڈیا آفس لائبریری میں گزارنے کا موقع مِل سکا۔ وہاں مشرقی قصص و حکایات کی الماریاں دیکھتے ہُوئے محض اتّفاق سے ہاتھ اس داستان پر پڑ گیا + داستان طوِیل نہ تھی۔ چُنانچہ ایک ہی نشست میں ختم ہو گئی۔ لیکن اسے پڑھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ بہت سی باتیں جنھیں جدید علوم نے بہت محنت اور کثیر تجربوں کے بعد معلوم کیا ہے۔ انوکھے واقعات کے طور پر اِس میں درج تھیں۔

ظاہر ہے۔ کہ جس وبا کا اس داستان میں ذکر ہے۔ وہ ملیریا ہے اور جِس اکسیر کا تذکرہ ہے۔ وہ اغلباً کُونین ہے + اتنا وقت نہ تھا۔ کہ مَیں اس داستان کی نقل کرتا یا اس کے صفحات کا فوٹو اُتروا سکتا۔ لہذا پڑھ چکنے کے بعد دو تین بار

Taj Tahir Foundation

اِس کے واقعات دِل میں دُہرا لئے۔ کہ بھُول نہ جائیں۔ اِسی داستان کو بعد کے اوراق میری زبان میں بیان کر رہے ہیں +

میں نے لائبریرین کو اس طرف توجّہ دِلا دی تھی۔ کہ یہ داستان علوم کی کتابوں میں رکھی جائے۔ تو زیادہ مناسب ہوگا۔ نہ معلوم اُنہوں نے میرے اِس مشورہ کو شایستۂ اعتنا سمجھا یا نہ سمجھا +

مُصنّف

سید حمید علی نے امرت الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام پنڈت دھرم چند بھارگو بی۔ ایس سی چھپوا کر شائع کی

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

RARY